کے ملاحوں کو اتنی حیوانی غذا کھانے کو ملے تو وہ بھی ویسے ہی مضبوط اور شجاع ہو جاتے ہیں۔ اخیر میں فلاسفر صاحب مذکور ذاتی تجربہ اپنا اسکے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ مَیں نے چھ ماہ سبزی خور رہ کر معلوم کیا ہے کہ گوشت کھانے سے جسم اور دماغ دونو کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔"

گوشت خور اور سبزی خور قوموں کا مقابلہ کلکتہ کے مشہور پروفیسر کرنل میکے نے مختلف قوموں کی غذا کا مطالعہ کر کے ان کی جسمانی اور دماغی طاقت کے متعلق نتائج نکالے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ گوشت خور اقوام جسمانی اور دماغی طاقت میں سبزی خوروں سے افضل ہیں۔ چنانچہ ممالک متحدہ کی مختلف اقوام کے متعلق انہوں نے جو تحقیقات کی ہے۔ وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ (دیکھو سائنٹیفک میمائرز گورنمنٹ آف انڈیا۔ نمبر ۴۸)

"۱۔ جاٹ۔ اس قوم کی غذا زیادہ تر سبزی ہے۔ چنانچہ ان کے متعلق اُنہوں نے تحقیقات کی ہے۔ کہ جاٹ قوم کے لوگوں کو امراض جلدی لگ جاتی ہیں۔ اور ان کا ہاضمہ جلد بگڑ جاتا ہے۔

۲۔ راجپوت۔ مشرقی حصہ کے راجپوت گوشت کا استعمال نہیں کرتے۔ مگر مغربی حصہ کے لوگ گوشت خوب کھاتے ہیں۔ مسٹر بونارجی نے ایک کتاب ہندوستان کی جنگی قوموں پر لکھی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ مغربی حصہ کے راجپوت (جو گوشت خور ہیں) وہ مشرقی حصہ کے راجپوتوں (جو سبزی خور ہیں) کے مقابل میں زیادہ چست طاقتور۔ اور دلیر سپاہی ہوتے ہیں۔

۳۔ ڈوگرے۔ ڈوگرہ قوم خوب گوشت کھاتی ہے۔ چنانچہ اُنکے جنگی خواص۔ اور شجاعت ضرب المثل ہے۔

۴۔ سکھ۔ اس قوم کے لوگ اپنے بچوں کو بچپن سے ہی گوشت کھلانا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے بچوں کی جسمانی حالت سبزی خور بنیئوں کے بیٹوں سے بدرجہا اچھی ہوتی ہے۔

۵۔ پٹھان۔ سب سے بڑھ کر گوشت خور ہے۔ چنانچہ فوجی بھرتی کے لئے پٹھانوں کی نفری بہترین سمجھی جاتی ہے۔

اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ سبزی خوری سے پروٹین کی بہت سی مقدار فضلات کے رستہ ضائع ہو جاتی ہے۔ اور انسان کی جسمانی اور دماغی ترقی کا سارا انحصار پروٹین غذا پر ہے۔ حیوانی پروٹین کم کھانے سے جسمانی اور دماغی قویٰ دونو کو ضعف پہنچتا ہے۔

کرنل میکے کی تحقیقات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ گوشت خور اقوام جسمانی اور دماغی طاقت میں سبزی خور اقوام سے افضل ہیں۔

غذا کا طاقت جسمانی اور قوت مدافعت سے تعلق کرنل میکے اس امر کے ثبوت میں کہ گوشت خور

لوگ سبزی خوروں سے زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔ اور کام کرنے کی قابلیت بھی ان میں زیادہ ہوتی ہے۔ بنگالی اور انگریز مزدوروں کا مقابلہ کرتے ہیں:۔

۱۔ کوئلہ اُٹھانے کے لئے جو بیلچہ ایک گوشت خور انگریز مزدور استعمال کرتا ہے۔ اسی بیلچہ کو اٹھانے کیلئے دو سبزی خور بنگالی چاہئیں۔

۲۔ تحقیقات سے ثابت کیا گیا ہے کہ ولایت کے کپڑے کے کارخانوں میں جسقدر مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہندوستان کے کارخانوں میں اُتنا ہی کام کرنے کے لئے پانچ گنا زیادہ مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہندوستانی مزدوروں کو بوجہ غربت کے گوشت میسّر نہیں آتا۔

۳۔ ولایت کی کوئلہ کی کانیں بنگال کی کوئلہ کی کانوں سے دس گنا زیادہ گہری ہیں۔ اور ان میں کوئلہ کی نہ بھی پتلی ہے۔ مگر اس کے باوجود ولایت میں کوئلہ کی کھدائی ۳۰۰ ٹن سالانہ فی مزدور ہے۔ اور اس کے مقابل میں ہندوستانی مزدور صرف ۸۰ ٹن سال میں کوئلہ نکالتا ہے۔ یہ سب کم مقوی غذا کھانے کا نتیجہ ہے۔

بیمہ کمپنیوں کی شہادت زندگی بیمہ کرنیوالی کمپنی کے مینجروں کا بیان ہے۔ کہ بنگالی کی صحت انگریز کے مقابلہ میں بہت ادنیٰ ہوتی ہے۔ جبھی انکو تھوڑے راس المال پر بیمہ کیا جاتا ہے۔

امراض کے مطالعہ سے استدلال پروفیسر چٹنڈن کا خیال ہے کہ زیادہ پروٹین سے گُردے خراب ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ گوشت کے فضلات کو نکالنے میں ان پر بوجھ پڑتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کم پروٹین کھانے سے گُردے خراب ہوتے ہیں۔ کیونکہ خون رقیق ہوجاتا ہے۔ اور جسم کی قوّت مدافعت کم ہوجاتی ہے۔ جس سے امراض جلدی لگ جاتی ہے۔ (مَیں یہ بتا چکا ہوں کہ اجزائے بیضہ کا جسم کی محفوظ طاقتوں کے ساتھ گہرا تعلّق ہے) یہی وجہ ہے کہ گردوں کا مرض بنگالیوں میں زیادہ ہے۔ اور اسکے مقابل میں یوروپین لوگوں میں یہ مرض بہت کم ہے۔ جس کی وجہ حیوانی غذا کا زیادہ استعمال ہے۔

گوشت کی کمی گردوں کو خراب کرتی ہے ہندوستانی ہمیشہ یہ امراض از قسم نمونیا۔ پلیگ۔ ہیضہ وغیرہ کا مقابلہ تو مشکل سے کرسکتے ہیں۔ ہاں کلوروفارم جلدی سونگھ سکتے ہیں۔ چینی اور نشاستہ کا زیادہ استعمال بنگالیوں کے گُردوں کو خراب کردیتا ہے۔ اور ان میں ذیابیطس شکری پیدا کرنیکا بڑا باعث ہے۔ بنگالی کو اگر مرض ذیابیطس لاحق ہو۔ تو اُسکے پیشاب میں ایک انگریز ذیابیطس کے مریض کی نسبت جلدی البیومن نکلنا شروع ہوجاتا ہے۔ جس کی وجہ صرف خون کی رقت ہے۔ حیرانی کی بات ہے کہ حالانکہ ہندوستان میں سُرخ بخار (سکارلٹ فیور) کا نام و نشان نہیں۔ اور اس ملک میں

نسبتاً شراب بھی کم پی جاتی ہے۔ (یہ دونو امراض گردوں کو خراب کرنیکا باعث ہیں) پھر بھی گردوں کا مرض اس ملک میں ولایت کے ممالک سے زیادہ ہے۔ حالانکہ سُرخ بخار اور شراب نوشی ولایت میں بہت زیادہ ہے۔ اسکی یہی وجہ ہے۔ کہ حیوانی غذا کم کھانے کے باعث ان کا خون رقیق ہو جاتا ہے۔ اور گُردے جلدی ہی خراب ہو جاتے ہیں (سائنٹیفک میمائرز۔ نمبر ۳۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ عضلات کو غذا اجزائے نشاستہ اور چینی سے ملتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ عضلات خود کیسے بنتے ہیں۔ اور کس طرح بڑھتے اور نشوونما پاتے ہیں۔ پس خوب یاد رکھو کہ عضلات

تپ دق کا جدید علاج

حیوانی غذا (پروٹین) سے ہی بڑھتے اور مضبوط ہوتے ہیں۔ مرض تپ دق کا حال میں حیوانی غذا کی مقدار بڑھا کر علاج کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس مرض کا ایک جدید طریق علاج یہ ہے کہ مریض کو کچا گوشت (قیمہ) کھانے کو دیا جاتا ہے۔ ایک اور امر گوشت خوری کی تائید میں یہ ہے کہ جو بنگالی سمندر یا دریا کے قریب رہتے ہیں۔ اور وہ مچھلی کھاتے ہیں۔ انکی جسمانی حالت بمقابلہ انکے جو مچھلی کا استعمال نہیں کرتے۔ بہت اچھی ہے۔ (سائنٹیفک میمائرز۔ نمبر ۳۷)

اعلیٰ حیوان کو اعلیٰ مرکبات کی ضرورت ہے

جسم انسانی گوشت۔ پوست۔ ہڈیوں اور اعصاب سے بنا ہوا ہے۔ اور اسکے لئے اعلیٰ غذا ہی ہو گی جو اُن اجزاء کی جن سے انسان مرکب ہے پرورش کرے۔ ایسی غذائیں اکثر حیوانات و نباتات میں پائی جاتی ہیں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ پودہ اور ادنیٰ سے ادنیٰ حیوان ان غذاؤں کو کھاتے ہیں۔ جو ادنیٰ درجہ کی مرکب ہوں۔ اور جوں جوں وہ نباتاتی اور حیوانی مادہ میں ترقی کرتے ہیں ان کی غذا زیادہ مرکب ہوتی جاتی ہے۔ اور وہ ضروری اغذیہ کو ادنیٰ مرکبات سے حاصل نہیں کر سکتے۔ انسان چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ حیوان ہے۔ اسکے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ مرکبات کا استعمال ضروری ہے۔ میں یہ بتا چکا ہوں کہ زندگی کے قیام کے لئے پروٹین ضروری ہیں۔ گوشت میں چونکہ اکثر حصہ پروٹین کا ہوتا ہے۔ اور پھر وہ پروٹین بھی ایسی صورت میں ہوتا ہے۔ جو جلد ہضم ہو کر جزو بدن بن جاتا ہے۔ اسلئے گوشت کا استعمال انسان کے لئے ضروری ہے۔ گو بعض اغذیہ ایسی بھی ہیں۔ جو نباتات سے زیادہ عمدہ مل سکتی ہیں۔ مگر ہم گوشت خوروں کو سبزی کھانے سے منع نہیں کرتے۔ ہم تو مخلوط غذا کھانے کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور یہ اسلام کی تعلیم کے عین مطابق ہے (کلوا واشربوا ولا تسرفوا) (باقی دارد)

دانشمند مشرق مغرب میں

(نمبر ۲)

جب سے خدا تعالیٰ نے مجھے قلم سے کام لینے کی توفیق دی میں نے محسوس کیا ہے کہ میں عام مصنفین یا محررین کی طرح مسلسل کتاب لکھ کر نہیں رکھ لیتا بلکہ ہمیشہ سے اس طرح پر لکھنے کا عادی ہوں کہ جب ایک مضمون چھپ جاوے یا کاتب لکھ لے تو آگے لکھتا ہوں اسی وجہ سے میرے مضامین کا سلسلہ ریویو میں مسلسل نظر نہیں آئیگا۔ اگرچہ میں کوشش کرونگا کہ یہ سلسلہ نہ ٹوٹے واللہ الموفق۔

جولائی کا ریویو موصول ہوجانے پر یہ قسط میں بھیج رہا ہوں۔ اور آئندہ جبتک میں خدا تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت سفر میں رہوں ہر پندرھویں دن ایک قسط بھیجنے کی انشاءاللہ سعی کرونگا تاکہ سلسلہ قائم رہ سکے تاہم یہ میرے اختیار سے باہر ہے خدا تعالیٰ ہی کے فضل و رحم پر موقوف ہے۔ عرفانی

غرض یہاں کے مبلغین جس قسم کی زندگی بسر کر رہے ہیں دنیوی نقطۂ نظر سے وہ نہایت عسرت کی زندگی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ انکی طرف سے یہ بہت بڑا ایثار اور قربانی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے اور ہم کو بھی توفیق دے آمین۔

کیا یہاں تبلیغ کا سامان کافی ہے؟ جہاں ہم یورپ اور مغرب کی تبلیغ کے امید افزا نتائج کے بہت جلد نکلنے کے متمنی ہیں ہم کو اس امر پر بھی غور کر لینا چاہیئے کہ کیا ہم نے اس ملک کے مذہب کو فتح کرنے کے لئے کافی سامان کیا ہے؟

مجھ کو اس سوال جواب کے لئے کسی لمبی بحث کی ضرورت نہیں اسکا اندازہ اس ایک امر سے ہو سکتا ہے، کہ ۸۰ لاکھ کی آبادی کے شہر میں آپکے دو مبلغ ہیں۔ جو اپنے علاقہ سوتھ فیلڈ کے لئے بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک لاکھ آدمی کے لئے بھی ایک مبلغ مقرر کیا جاوے تو کم از کم ۸۰ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اور ہمارے صرف دو آدمی کام کرتے ہیں۔ اس مشکل کا واحد حل ایک ہے کہ ہم

ریویو کو کم از کم دس ہزار شائع کریں

ایک ایک کاپی ریویو کی ایک ایک مبلغ کا کام دیگی۔ مجھے نہایت آزادی سے یہ کہنے دیجئے کہ اگر آپ کم از کم ۸۰ مبلغ نہیں بھیجتے یا ریویو کو دس ہزار کی تعداد میں شائع نہیں کرتے تو اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ ان دو مبلغین کی قوت محنت اور سعی کو کمزور کر رہے ہیں۔ اور اپنی کامیابی کے دن کو دور۔

۸۰ مبلّغین کے لئے کم از کم بیس ہزار پونڈ سالانہ کی ضرورت ہے اور اس میں دوسرے اخراجات جو اشاعت کے لئے لٹریچر وغیرہ کے ہونگے شامل نہیں دوسرے الفاظ میں کہنا چاہیئے کہ کم از کم پچیس ہزار پونڈ سالانہ ہو لیکن دس ہزار ریویو آپ صرف پانچہزار پونڈ سالانہ میں شائع کر سکتے ہیں اور یہ ۸۰ مبلّغین سے زیادہ کام کر سکیگا۔ بظاہر دس ہزار کی تعداد بہت بڑی معلوم ہوتی ہے لیکن اگر اسکے لئے ایک منتظم کوشش کیجاوے تو کچھ بھی نہیں۔ ایک سال کے لئے اسکا تجربہ کر کے دیکھ لو مجھ کو یہ ہر شخص کیلئے جو معمولی آمدنی کا انسان ہو آسان معلوم ہوتا ہے ایک پیسہ یومیہ پورے سال کے لئے خرچ پڑتا ہے۔ اگر بالالتزام ہر شخص یہ انتظام کر لے تو اسے کوئی گراں بار معلوم نہ ہوگا۔ اپنی معمولی ضروریات میں سے ایک پیسہ یومیہ کی کمی کر دے۔ اس کوشش کو کامیاب بنانے کیلئے ایک شہر کو منتخب کر لو۔ اور بہتر ہو کہ قادیان سے ہی شروع کیا جاوے قادیان کے ہر احمدی گھر سے ایک پیسہ یومیہ اس موقعہ کیلئے لیا جاوے اور پورے التزام سے سال بھر لیا جاوے تو میں کہتا ہوں کم از کم قادیان ایک سو رسالے شائع کر سکتا ہے۔

اس قسم کی تجاویز بظاہر خوش کُن اور سہل تر ہوتی ہیں مگر عمل کے وقت ناکام ہو جاتی ہیں اسلئے اس میں باقاعدگی کا لحاظ نہیں رہتا۔ نیز اسکا اثر بہر حال قومی سرمایہ پر پڑتا ہے۔ لیکن اس سے بھی آسان طریق یہ ہے کہ ہر شخص کوشش کر کے کسی غیر احمدی کو رسالہ کا خریدار بنا دے اور میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں جو مجھے یہاں ہوا ہے کہ اس میں کچھ مشکل پیش نہیں آتی۔ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اہمیت سمجھ کر ایک سے زیادہ کاپیاں خرید کر مُفت تقسیم کرنے پر آمادہ ہو جائینگے لیکن ضرورت ہے باقاعدہ کوشش کی۔ اسکے لئے سب سے پہلے ہماری جماعت کے وہ بااثر لوگ جنکو خدا تعالیٰ نے دنیوی وجاہت دی ہے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں اور اپنے غیر احمدی اور غیر مسلم احباب میں رسالہ کو پھیلائیں۔

غرض یہاں کی تبلیغ بہت بڑے پیمانہ پر کام چاہتی ہے اور ہماری ہستی ضرورت کے لحاظ سے جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے۔ اسلئے نتائج کی توقعات کے ساتھ اپنے اسباب اور ذرائع پر غور کر لو۔ میں تو صاف صاف کہتا ہوں کہ جب تک ہم اس کام کو بڑھاتے نہیں اسوقت تک موجودہ اور پچھلی محنت کو بھی کمزور کر رہے ہیں۔

یہاں کے مشن کی موجودہ حالت

خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارا تبلیغی مرکز لنڈن اب بہت مضبوط ہو گیا ہے اسلئے کہ مسجد الفضل (جسکی بنیاد حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے ہاتھ سے رکھی۔ اور جس تقریب پر خاکسار عرفانی کو بھی شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور اسکی کھدائی کے کام میں حصہ لینے کا شرف نصیب ہوا اور اب افتتاحی تقریب کی سعادت کا بھی متوقع ہوں) بن چکی ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس مضمون کے شائع ہونے تک اسکا افتتاح بھی ہو چکا ہو۔ اس مسجد کا اتنے عرصہ

تک تیار نہ ہونا اور اب ایسے وقت میں کہ ہم مالی مشکلات میں تھے اس سے بنجانے کے سامان میسر ہو جانا بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک جماعت کثیر کے پیدا کرنے کے وقت کو قریب کر دیا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو ایک غیر معمولی شوق پیدا ہو رہا ہے۔ بعض اوقات لوگ بے خود ہو جاتے ہیں کہ اندر آ کر اس کا معاینہ کریں۔ اور بھی بعض امید افزا حالات ہیں جن کا اظہار میں سردست غیر ضروری سمجھتا ہوں۔

یہ تو ایک حالت ہے دوسری طرف ہماری مشکلات اور مخالفت کا سلسلہ ہے۔ مشکلات تو یہی ہیں کہ جسقدر تبلیغی ذرائع اور اسباب ہمارے ہاتھ میں ہونے چاہئیں وہ تمام و کمال ہم کو میسر نہیں۔ ان مشکلات کے ساتھ ایک مخالفت کا سلسلہ ہے۔ اور مجھے بہت ہی افسوس سے یہ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ یہ مخالفت ایسے رنگ میں کیجاتی ہے کہ کوئی درد اسلام رکھنے والا ... اسے گوارا نہیں کر سکتا۔ ووکنگ مشن کھلم کھلا ہمارا دشمن ہے۔ اسلئے کہ وہ تبلیغ احمدیت کو پسند ہی نہیں کرتا۔ لنڈن میں مسجد کا تیار ہو جانا اور ایسی مسجد کا تیار ہو جانا جو حقیقی طور پر خانہ خدا ہوگی اور جہاں پر ہر شخص کو خدائے فرید کی عبادت کی اجازت ہوگی اسکے لئے نہایت تکلیف دہ امر ہے۔ ووکنگ میں جمعہ کی نماز (جہانتک میرا علم ہے) نہیں ہوتی۔ اور جمعہ کے لئے انکو لنڈن میں آنا پڑتا ہے جہاں ایک قہوہ خانہ کے تھوڑے سے ایک ہال کرایہ پر لیا ہوا ہے۔ اسکی علت غائی جو کچھ بھی ہے ظاہر ہے۔ اور اب ایک اور مسجد ضرار کے لئے کوشش کیجاتی ہے۔ میں مسجد ضرار اس لئے کہتا ہوں کہ وہ محض اس مسجد کی مخالفت کے لئے ہے اسمیں کہانتک کامیابی ہوگی یہ واقعات بتائینگے میں ابھی کچھ نہیں کہتا۔ پس مخالفت کا ایک سلسلہ ہے جو دن رات جاری رہتا ہے۔ ہم اس مخالفت سے گھبراتے نہیں اور نہ اسکی پروا کرتے ہیں۔ مگر نتائج تبلیغ کے لئے ان حالات اور مشکلات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

یورپ میں قبول اسلام کی روح موجود ہے

ان مشکلات میں امید کی شعاع نمایاں ہے اور وہ یہ ہے کہ یورپ میں قبول اسلام کی روح موجود ہے۔ اسوقت مغرب میں دراصل اسلام کی تعلیم کا بہت بڑا حصہ اعلیٰ طور پر پایا جاتا ہے مگر وہ لوگ واقف نہیں ہیں کہ انکے لئے یہ ہدایات محض اسلام کی روشنی میں ملتی ہیں۔ عیسائیت سے وہ عملاً بیزار ہیں گو قومی رنگ میں وہ عیسائی ہیں۔ لیکن اعتقادی روح عیسائیت کے خلاف ہے۔ ایک طرف عیسویت سے بیزاری دوسری طرف عملیات میں اسلام کی تعلیم کا آجانا۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ اگر ہم ایک منظم کوشش کے ساتھ اشاعت اسلام کریں تو

حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو سکتا ہے

میں نے کہا ہے کہ یورپ میں قبول اسلام کی استعداد اور روح موجود ہے یہ میں محض خیالات کی بنا پر نہیں کہتا بلکہ واقعات حالات میرے مشاہدات اور تجربہ نے یہ بتایا ہے۔ میں ایک روز پادری وائٹ بریخٹ صاحب

(جو ایک زمانہ تک بٹالہ میں مشنری رہے ہیں اور فتح مسیح کے مقابلہ کے وقت بٹالہ میں تھے قادیان بھی آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی انکو عزت ملاقات نصیب ہوئی) کی دعوت پر یونانی انجیل کے قدیم نسخے دیکھنے کے لئے برٹش میوزیم میں گیا۔

وہاں بعض آدمیوں نے اس امر کو خصوصیت سے نوٹس کیا کہ پادری وابٹ برنجٹ کی حیثیت کا آدمی میرے جیسے درویش کے لئے اسقدر دوڑ دھوپ کرتا اور عزت واکرام سے پیش آتا ہے۔ قدرتی طور پر انہوں نے تعجب کیا اور ایک قسم کی کیوریاسٹی پیدا کر دی۔ برٹش میوزیم میں زیادہ تر تعداد علمی مذاق کے لوگوں کی جاتی ہے غرض جب ہم ان نسخہ جات کو دیکھ کر فارغ ہو چکے تو چاء نوشی کے لئے برٹش میوزیم ہی کے رسٹارنٹ میں چلے گئے اور وہاں کچھ عرصہ تک مصروف گفتگو رہے۔ وہاں سے نکل کر ہم ایک دوسرے سے رخصت ہو کر اپنے اپنے منزل مقصود کو روانہ ہوئے۔ برٹش میوزیم کے بالکل متصل ہی ایک کتب خانہ (فروختنی کتب) کا ہے۔ میں وہاں کھڑا ہوا بعض کتابوں کے ان صفحات کو دیکھ رہا تھا جو شیشہ میں نمایاں تھے۔ کہ اتنے میں ایک صاحب نے آکر مجھے سلام کہا اور اس طرح پر مجھے خطاب کرنے کے لئے معذرت کی۔ میں نے اسکے سلام کا جواب دیکر اپنی توجہ انکی طرف کی تو انہوں نے مجھ سے سلسلہ کلام شروع کر دیا۔

نووارد۔ آپ کس ملک سے آئے ہیں؟

میں۔ میں ہندی ہوں۔

نووارد۔ میں نے چاء کے کمرہ میں آپ کی باتوں کو بہت دلچسپی سے سنا تھا اور مجھے خواہش پیدا ہوئی کہ آپ سے گفتگو کروں مگر اسوقت میں نے مناسب سمجھا کہ آپ ایک ریورنڈ (پادری صاحب) سے باتیں کر رہے تھے اور میں موقعہ کا منتظر تھا۔ میں آپکو بلا وجہ تو نہیں روک رہا ہوں؟ میں اس دخل کے لئے معذرت کرتا ہوں۔

میں۔ میں آپکا شکر گذار ہوں کہ آپنے میرے جیسے اجنبی سے کلام کرنا پسند کیا۔ آپنے خوش گوار دخل دیا ہے جسکے لئے مجھے آپکا شکر کرنا چاہیئے نہ کہ آپکو معذرت۔ میں اسی detention کو لطف افزا یقین کرتا ہوں۔

نووارد۔ آپ عیسائی ہیں؟

میں۔ اگر آپ کی یہ مراد ہے کہ میں کرائسٹ کو خدا یا خدا کا بیٹا مانتا ہوں۔ یا اسی کے خون کو نجات انسانی کا ذریعہ سمجھتا ہوں یا یہ کہ وہ صلیب پر مر گیا تھا اور پھر جی اٹھا تھا اور پھر دوبارہ آئیگا۔ تو میں عیسائی نہیں ہوں۔ لیکن اگر یہ مان کر کہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی تھے اور انہوں نے ایک عظیم الشان نبی کے آنیکی پیشگوئی کی۔ اور اپنے دوبارہ آنیکو اس نبی کی امت کے ایک فرد کی صورت میں ظاہر کیا۔ تو میں ان باتوں کو مانتا ہوں اور انکی ان دو پیشگوئیوں پر ایمان لاتا ہوں یعنی وہ نبی بھی آگیا اور وہ شخص

بھی آگیا جسکو عیسیٰ مسیح کے نام سے آنا تھا۔ اس پہلو سے میں عیسائی ہوں اور سچا عیسائی ہوں۔

نو وارد۔ آپنے ایک ایسا معمّہ میرے سامنے پیش کر دیا کہ میں مجبور ہوں آپسے کچھ اور پوچھوں اگر آپ اجازت دیں۔

میں۔ شوق سے۔ مجھے خوشی ہوگی کہ میں آپ کا جواب دوں۔

نو وارد۔ یہ آپنے کیا کہا کہ مسیح نے ایک نبی کی پیشگوئی کی تھی اور انکی دوبارہ آمد اس نبی کے متبعین میں بطور پیشگوئی بیان کی تھی۔

میں۔ میں نے تو بہت سیدھی بات کی تھی۔ کہ میں ان باتوں کو نہیں مانتا ہوں مسیح ایک نبی تھا اور اسنے اپنے بعد ایک عظیم الشان نبی کے آنیکی پیشگوئی کی تھی۔ جو نبی عرب صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پوری ہوئی۔ اور اپنی دوبارہ آمد کے متعلق اس نے یوحنا کا الیاس کے رنگ میں آنا بتا کر سمجھا دیا تھا کہ دوبارہ آمد اس طرح پر ہوگی۔ پس میں ان کو خدا کا نبی مانتا ہوں اور ان دو نو آنے والوں پر ایمان لاتا ہوں۔ اور میں مسلم ہوں۔

نو وارد۔ آہ! آپ محمڈن ہیں۔

میں۔ قرآن کریم نے جو خدا تعالیٰ کا آخری اور زندہ کلام ہے ہمارا نام اور ہر ماننے والے کا نام مسلم رکھا ہے۔ جو ہمارے مذہب کی حقیقت کو بتاتا ہے۔

نو وارد۔ یہ کس طرح پر۔

میں۔ اسلام کے معنی ہیں خدا تعالیٰ کا فرمانبردار ہو جانا اور اپنے وجود سے دوسروں کے لئے موجب امن و صلح ہو جانا۔ مسلم وہ ہوتا ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسروں کو امن ہو۔ جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے۔ یہ ایک ادنیٰ حقیقت اسلام کی ہے۔ ورنہ وہ انسان کو بہت اعلیٰ مقام پر لیجانا چاہتا ہے۔ جو انسان کے پیدا ہونیکی اصل غرض ہے۔

نو وارد۔ اس تعریف اسلام کے لحاظ سے تو یہ بہت عمدہ معلوم ہوتا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اسلام ہمارے ملک کے موافق نہیں۔ مشرق مشرق ہے مغرب مغرب۔

میں۔ یہ تو سچ ہے کہ مشرق مشرق ہے مگر آپ کو معلوم ہے کہ روشنی مشرق سے ہی آتی ہے اور مغرب میں آکر ڈوب جاتی ہے لیکن آخری زمانہ میں آفتاب مغرب سے بھی نکلیگا۔

نو وارد۔ یہ تو نیچر کے خلاف ہے۔

میں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ سچ مچ آفتاب نکلیگا۔ آفتاب تو اب بھی نکلتا ہے مگر آپکے یہاں تو سورج بہت ہی کم نکلتا ہے یہ ایک لطیفہ کے طور پر میں نے کہا کیونکہ آفتاب بہت ہی کم دکھائی دیتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مغربی لوگ اس حقیقی نور کو جو مشرق سے آتا ہے قبول کرینگے۔

نووارد۔ اگرچہ آپ چاء پی چکے ہیں لیکن کیا آپ پسند نہ کرینگے کہ ہم وہاں چل کر تھوڑی دیر بیٹھ کر بات چیت کریں اور چاء بھی پئیں۔

میں۔ not bad idea یہ بُرا خیال نہیں ہے۔

ہم پھر اسی ریسٹارنٹ میں جا پہنچے۔ اور چائے کے گھونٹوں کے ساتھ مکالمہ جاری رہا۔

میں۔ مَیں نے کہا کہ آخری زمانہ میں مغرب سے آفتاب نکلنے کی پیشگوئی کی تھی۔ اور اس سے یہ مراد ہے کہ مغربی لوگ اسلام کو قبول کرینگے۔ اور اسکا تعلق مسیحؑ کی دوبارہ آمد سے ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مسیحؑ کا وجود خدا کی کتابوں میں ایک خاص شہرت رکھتا ہے یہودی اسکے منتظر ابتک ہیں۔ مسیحی دوبارہ آمد کے قائل ہیں۔ مسلمانوں میں بھی اسکی ایک بشارت ہے لیکن یہ سب کچھ ہو چکا آنیوالا آگیا اور وہ اسلام کو زندہ ثابت کرنیکے لئے آیا۔

نووارد۔ آپ اسلام کی بشارت دیتے ہیں؟

میں۔ اسلام کی بشارت تو ہر انسان کی فطرت دیتی ہے اسلئے خدا کی آخری اور زندہ کتاب میں اسلام کا دوسرا نام فطرت رکھا ہے اور اسکو نہایت قوی بتایا ہے (دین القیّم)

نووارد۔ آپ مجھے معاف کریں اگر مَیں کہوں کہ اسلام اس ملک کے حسب حال نہیں ہے؟

میں۔ آپ مجھے معاف کرینگے اگر مَیں یہ کہوں کہ اسلام انسانوں کے لئے تو ہر جگہ مناسب اور موزوں اور صحیح مذہب ہے جہاں انسان بستے ہوں جانور ہوں وہاں بیشک اسکا دخل نہیں اور جانوروں پر کوئی قانون نہیں ہے۔ اور مَیں نہیں سمجھتا کہ آپ لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ آپ انسان نہیں۔ مَیں ایک بار اور اس صاف گوئی کے لئے معذرت کرتا ہوں مگر مجھے اس کہنے کے سوا اور چارہ نہ تھا۔

نووارد۔ اوہ! نہیں۔ آپ آزادی سے کہئے مَیں پسند کرتا ہوں یہ تو بہت پُر لطف ہے۔ تو کیا آپ ہم کو انسان نہیں سمجھتے یا یہ کہتے ہیں کہ ہم اسلام کو قبول کرلینگے۔

(اگرچہ ہم دو نو باتیں کر رہے تھے لیکن میری آواز معمولی سے اونچی ہے اسلئے دوسروں کو بھی متوجہ کرلیتی تھی)

میں۔ مَیں تو آپ کو انسان اور اعلیٰ درجہ کے انسان سمجھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ آپ لوگ اسلام کے بغیر رہ سکتے ہی نہیں اور ایک حد تک آپ مسلمان ہیں گو آپکو نہیں معلوم!

نووارد۔ آپ جو بات کرتے ہیں میری حیرت کو بڑھا دیتے ہیں۔

میں۔ حیرت کی تو کوئی بات نہیں یہ تو ایک فیکٹ ہے۔

نووارد۔ ہم تو اسلام کو نہیں مانتے پھر ہم کیونکر مسلمان ہیں؟

میں - میں نے کہا ہے کہ ایک حد تک - اور آپ کا اپنے آپ کو مسلمان نہ ماننا صرف اسلئے ہے کہ آپ جانتے نہیں اسلام کیا ہے؟ آپ ایک حد تک اسلام پر عمل کرتے ہیں -

نو وارد - یہ اور بھی غلط ہے -

میں - اب میں آپکو بتاتا ہوں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ غلطی کہاں ہے میرے بیان میں یا آپکے کلام میں (زیادہ صفائی سے آپکے فہم میں)

نو وارد - بہت اچھا -

میں - اسلام بتاتا ہے کہ انسان کو ہر قسم کی غلاظت سے دور رہنا چاہیئے اور پاک صاف رہنا چاہئیے پھر وہ اس صفائی اور طہارت کے لئے ایک کوڈ دیتا ہے میں وہ بیان نہیں کرونگا نہ وقت چاہتا ہے آپ جو صفائی اور لطافت کو ہر وقت اپنے لباس - مکان - اور ہر چیز میں ضروری سمجھتے ہیں یہ اسلام کی تعلیم ہے پس اسپر عمل کرنے کے لحاظ سے آپ مسلم ہیں یا نہیں؟

نو وارد - ہاں اگر اسلام یہ تعلیم دیتا ہے -

میں - میں تو دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اسلام کی تعلیم اور اسکا ضابطہ صفائی کے متعلق اتنا مکمل ہے کہ آجتک کی تمام تحقیقات اور طریقے اس میں آجاتے ہیں جو چودہ سو برس کے قریب عرب کے ملک میں لکھا گیا - یہ ایک بات ہے - اسلام کہتا ہے کہ جب تم کسی دوسرے کے گھر پر ملاقات کے لئے جاؤ تو اجازت لو - اور اسپر سلام کرو اجازت ہو تو داخل ہو ورنہ واپس آؤ - اب آپکے یہاں نوکر - بیٹا - بیوی - ماں - باپ غرض ہر شخص دروازہ پر دستک دیتا ہے اور اجازت چاہتا ہے - یہ سوسائٹی کا ایک بہترین قانون ہے مگر یہ تو اسلام کی تعلیم ہے جو شخص اسکو مانتا ہے وہ اس حصہ میں مسلم ہے یا نہیں؟

نو وارد - اسلام میں یہ بھی تعلیم ہے

میں - یہی نہیں اور بہت سی تعلیمات ہیں - ایک اور سن لو - وہ کہتا ہے کہ دوستوں سے ہر دکھ دینے والی چیز کو دور کرنا اسلام ہے - یہ سڑکیں یہ پولیس کا انتظام - راستوں کا بنانا - حوادث سے محفوظ کرنا - یہ سب اس ایک حکم میں داخل ہے - اب فرمائے کیا اس حصہ میں یورپ مسلمان ہے یا نہیں؟

نو وارد - اگر ایسا ہو تو کیا حرج ہے کہ مسلمان کہدیا جاوے -

میں - بات یہی ہے یورپ والے جانتے نہیں کہ انکی زندگی کا کتنا حصہ اسلامی ہے - اور اسلام کیا کچھ اپنے اندر رکھتا ہے - یہ ایسی ہی بات ہے کہ اگر ایک شخص کو معلوم نہ ہو کہ ملیریا کو دور کرنیوالی کونین ہے لیکن ملیریا میں وہ اسکا استعمال کرے اور بخار اتر جاوے تو کونین کے کونین ہونے میں اس لئے شبہ

نہیں ہوگا کہ اس شخص کو معلوم نہیں اصل بات یہ ہے یورپ میں اسلام کو پیش کیا ہے عیسائی مشنریوں نے یا یورپ کے پولیٹیشنوں نے۔ مشنریوں نے مذہبی حیثیت سے اسلام کی غلط تصویر پیش کی۔ سیاسی لوگوں کو اسلام سے سیاسی مگر خیالی خطرہ رہا اور انہوں نے اسلامی حکومتوں کی دشمنی کے خیال سے اسلام کو غلط رنگ میں پیش کر کے ایک قوم متنفرین اسلام Islam haters کی پیدا کر دی۔ یہ صرف مشنریوں اور پولیٹیشنوں کا قصور ہے کہ انہوں نے اہل ملک کو غلط راستہ پر ڈالدیا۔ مگر اسلام چونکہ فطرۃ ہے اس نے اپنا عمل کیا۔ اور باوجود ان کوششوں کے لوگ موجودہ عیسائیت سے بیزار ہو رہے ہیں اسلئے کہ وہ قدرتی تعلیم نہیں اور عملی رنگ میں اسلام کے قریب ہو رہے ہیں ہاں بہت سی باتیں اسلام کے صریح خلاف ہیں لیکن قدرت وہاں بھی کام کر رہی ہے اور وہ اس قوم سے جلد یا بدیر دور ہو جائینگی اور وہ صحیح معنوں میں مسلم ہو جائیگی۔

نو وارد۔ کیا آپ ایسا خیال کرتے ہیں۔

میں۔ خیال نہیں میں متیقن ہوں کہ ایسا ہی ہوگا۔ خدا تعالیٰ کا یہ منشاء ہے اور یورپ مجبور ہو جائیگا کہ اسلام کو قبول کرے۔

نو وارد۔ کیا آپ کے خیال میں کوئی بڑی جنگ ہوگی۔ اور مسلمان اکٹھے ہو کر حملہ کر دینگے۔

میں۔ میں تو کسی جنگ کی پیشگوئی نہیں کر رہا ہوں اور نہ اسلام کو تلوار سے پھیلایا گیا اور نہ اسلام اسکی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام تو کہتا ہے "لا اکراہ فی الدین" بلکہ وہ کامن سنس کو اپیل کرتا ہے اور کہتا ہے حق اور باطل عیاں رہتا ہے ہر شخص جو سمجھنا چاہے آسانی سے سمجھ سکتا ہے کیا آپ اسکو نہیں سمجھتے۔ یہ بہت واضح امر ہے۔ جب میں کہتا ہوں کہ یورپ مجبور ہو جائیگا تو میری مراد یہ ہے کہ حالات اسکو امن اور آرام اسلام کے قبول کرنیکی طرف لے آئینگے میں شاید اسکو واضح نہیں کر سکا۔ مثال دیتا ہوں۔ ایک زمانہ تک آپکے اہل ملک کا خیال تھا کہ سالی سے شادی جائز نہیں لیکن ملکی ضروریات اور حالات نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ اس قانون کو منسوخ کر کے اسکی اجازت دے اب طلاق کا مسئلہ ہے موجودہ قانون نہایت تکلیف دہ اور سوسائٹی کے اخلاق کو بگاڑنے والا ہے کیونکہ طلاق بغیر زنا کے نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ بعض اور صورتیں بھی طلاق کی ضرورت پیدا کر سکتی ہیں مثلاً عورت ہمیشہ بیمار رہتی ہو۔ بدمزاج اور لڑاکی ہو۔ اولاد نہ ہوتی ہو۔ اور دوسری شادی بغیر طلاق نہ ہو سکتی ہو۔ تو یہاں طلاق کے لئے پھر زنا کرنا پڑتا ہے اور اسکا ثبوت بعض اوقات خود مرد ہوٹل کے بلوں کی صورت میں اپنی بیوی کو بھیجدیتے ہیں لیکن اگر اصولی مسئلہ طلاق پر عمل

کرلیا جاوے تو ساری دِقّتیں حل ہو جائیں۔ سوسائٹی جب ان مشکلات کو محسوس کریگی تو وہ لازمًا اس طرف آجائیگی اور ایسا قانون بنانا پڑیگا۔ اسی طرح کثرت ازدواج کا مسئلہ ہے۔ غرض مَیں جہانتک سمجھتا ہوں اسلام کی طرف آپ لوگ آرہے ہیں باوجودیکہ آپ اسکے دشمن ہیں۔

نووارد۔ نہیں نہیں آپ ایسا خیال نہ کریں۔ ہم آزاد خیال لوگ ہیں۔ اسلام کو سویلزیشن کا دشمن کہا جاتا ہے۔

مَیں۔ یہ بہت لمبا مضمون ہے۔ کہ سویلزیشن کیا چیز ہے؟ اسلام اور سویلزیشن دشمن ہیں یا حقیقی سویلزیشن اسلام سکھاتا ہے۔ غلطی اور دھوکا یہاں لگتا ہے کہ ہم سویلزیشن کی غلط تعریف کرتے ہیں۔ آپ یقینًا بُرا نہیں منائینگے اور مجھے اس صاف کہنے پر معاف کریں گے کہ آپ کی سویلزیشن۔ بناوٹی اور نمائشی سویلزیشن ہے۔ اور جہاں تک اس میں حقیقت ہے وہ اسلام سے آئی ہے۔ جیسا کہ ابھی مَیں نے آپ سے آداب ملاقات وغیرہ کے تذکرہ میں بتایا۔"

نووارد۔ مَیں آپ کی مہربانی کا بہت شکر گذار ہوں کہ آپنے مجھے اسقدر موقعہ دیا۔ یہ پادری صاحب آپکے کب سے واقف ہیں اور جب آپ کہتے ہیں کہ پادریوں نے اسلام کو دشمنی کے رنگ میں پیش کیا تو آپ انکو اپنا دشمن نہیں سمجھتے؟

مَیں۔ یہ پادری صاحب ہندوستان میں رہے ہیں میرے واقف ہیں۔ اسلام دنیا میں امن اور صلح کا مذہب ہے اسکی نظر میں دشمن کوئی ہو نہیں سکتا۔ اسلئے گو پادری اور سیاسی لوگ اسلام کے دشمن ہیں ان معنوں میں جو آپ سمجھتے ہیں۔ مگر وہ مسیح کی اس تعلیم پر کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو عمل نہیں کرتے تو ہم اس سے بہت اونچا لے جانا چاہتے ہیں کہ

کسی کو دشمن سمجھو ہی نہیں

دشمن کے خیال سے ہی الگ ہو جاؤ۔ مَیں نے آپ کو بتایا تھا کہ مسلم وہ ہوتا ہے جو اپنے ہاتھ اور زبان سے دوسروں کو امن دے۔ اور جو کچھ اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے گویا اپنی شخصیت اور دوسروں کی شخصیت میں بھلائی کے لئے فرق ہی نہ کرے ایک ہی وجود سمجھے تو دشمنی کا درجہ کہاں رہا۔ آپ اگر غور کرینگے تو اس میں آپ کو اسلام کے بلند مقام کا نشان ملیگا۔

نووارد۔ مَیں نے آپ سے بہت عجیب باتیں سُنی ہیں اور بہت دیر تک آپکو روک رکھا جسکا مجھے افسوس ہے۔

مَیں۔ مَیں تو ایسی روک کو بہت ہی خوش گوار یقین کرتا ہوں۔ کیا آپ اجازت دینگے کہ مَیں پوچھوں آپ یہاں کیا کام کرتے ہیں۔

نووارد۔ جیسا کہ آپ قیاس کر سکتے ہیں مَیں ایک طالب علم ہوں (عرفانی عام معنوں میں نہیں) مَیں

برٹش میوزیم میں مصر قدیم کے متعلق لیکچروں کے سلسلہ میں شامل ہونے کے لئے آیا کرتا ہوں۔ (برٹش میوزیم میں اس قسم کے لیکچر روزانہ ہوتے ہیں عرفانی) قوموں کی قدیم تہذیب کے مطالعہ کا شوق ہے۔

میں۔ یہ ایک دلچسپ چیز تو ہے مگر انسان کی زندگی کی اصل غرض کو معلوم کرنا چاہیئے کہ وہ کیا ہے اور ہم اسکو کس طرح حاصل کر سکتے ہیں یہ نرے کھلونے ہیں جیسے کسی بچہ کو کچھ پسند آجاتا ہے اور کسی کو گھوڑا۔ قدیم تہذیب کا مطالعہ بھی دلچسپ ہے۔ لیکن قوموں کے عروج اور زوال کی تاریخ میں ایک ہی چیز بطور اصل کے کام کرتی ہے کہ

جب جب کسی قوم نے خدا کی آواز کو سنا اور اسکی تابعداری کی وہ بڑھی اور جب اسے چھوڑ دیا تو فنا ہو گئی آپ اپنی قوم کی آیندہ زندگی اور موت کے سوال کو مطالعہ کریں۔ پُرانے مردوں کی قبروں کے کھودنے سے کیا ہوگا۔

نو وارد۔ آپکے خیالات بہت گہرے ہیں۔

میں۔ میں تو نیچے نہیں بلکہ اوپر بولتا ہوں۔

نو وارد۔ یہی تو خیالات کا عمق ہے آپکی ہر بات کسی اور طرف لیجاتی ہے۔ اگرچہ بہت وقت میں آپ کا لے چکا اور بھی آپ سے درخواست کرتا مگر میں اب اجازت چاہتا ہوں۔ میں اگر موقعہ ملا تو پھر آپ سے ملونگا۔

میں۔ یہ میرا پتہ ہے (یہ کہکر میں نے اپنا پتہ ایک کاغذ پر نوٹ کر کے دیدیا۔) میں آپ کا پتہ نہیں پوچھتا آپ کو ضرورت ہوگی تو خود مجھے تلاش کرینگے۔

نو وارد۔ (ہنسکر) میں ضرور ضرور آپ سے ملونگا۔ مجھے آپ پھر شکریہ ادا کرنے دیجئے۔

یہ کہکر ہم وہاں سے اُٹھے اور باہر نکل کر خدا حافظ کہکر رخصت ہوئے۔

یہ واقعہ اور اس قسم کے سینکڑوں اور مواقع پر میں نے معلوم کیا ہے کہ لوگوں کے اندر اسلام کی ایک روح موجود ہے۔ میں اگلے خط میں انشاء اللہ بتاؤنگا کہ یورپ کس حد تک مسلمان ہے؟ اور اسکے لئے ہم کو صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ اسے واقف کریں۔

جس قوم اور ملک میں عملی رنگ میں اسلام کی روح ایک حد تک موجود ہے اسکے مسلمان ہو جانے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا لیکن سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ ایک طرف ہمارے ذرائع تبلیغ محدود ہیں دوسرے اسوقت اسلامی ممالک کی جو حالت ہے وہ اسلام کو کھلونا بنا رہی ہے۔ اور اسلام کی تبلیغ کے راستہ میں ایک بڑی روک ہو رہی ہے۔

مثلاً ٹرکی میں عورتوں کی آزادی کا مسئلہ ہے۔ یورپ کے مسلمان ہونیکی راہ میں عورت کی آزادی کے

سوال کو بھی بڑا دخل ہے۔ موجودہ حالت افراط کی طرف جا چکی ہے اور ابھی بس نہیں۔ ان میں اسلامی حدود پردہ کو قائم کرنے یا اسکی تعلیم کی خوبیوں کو پیش کرنے کے لئے ہم پہلے ہی دقتیں محسوس کرتے ہیں لیکن ٹرکی نے یا تو اسلامی پردہ کی وہ بھیانک صورت پیش کی جو سراسر اسلام کے خلاف تھی اور جسپر یورپ کے مصنّفین کو "حرم" کی زندگی کو خوفناک پیش کرنے کا موقعہ ملا - اور یا اب اس سے نکل کر یہ تنزل اختیار کیا کہ بالکل یورپ کی کی غلامی اختیار کرلی - اور اسلامی پردہ کی شکست کا اعتراف عملاً کر دیا۔ اسی طرح پر مَیں آئے دن سنتا ہوں کہ مختلف اسلامی ممالک سے مشنری واپس آتے ہیں اور وہاں کی مسلمان سوسائٹی کی علمی غفلت اور مذہب سے عملی بیزاری کا اظہار کرکے اسلام کے خلاف نفرت کا جذبہ پیش کرتے رہتے ہیں ان حالات میں یہاں کے مبلّغین کی حالت بہت کچھ دعاؤں کی مستحق ہے۔ اور جو کام وہ کر رہے ہیں وہ نہایت عزت اور قدر کے قابل ہیں۔

مَیں نے اپنی آواز کے بلند کرنے میں کبھی مضائقہ نہیں کیا یہ بہت ممکن ہے کہ مَیں ایک رائے کے قائم کرنے میں غلطی پر ہوں لیکن مَیں ہزاروں میل کے فاصلہ پر جبکہ موت کے سب سے زیادہ قریب ہوں یقین دلاتا ہوں کہ اخلاص سے کہتا ہوں۔ سلسلہ کے لئے ایک درد اور آفاق میں اسکے پھیل جانیکی امیدوار تڑپ میرے دل میں ہے۔

یہاں جس چیز کی ضرورت ہے وہ نرے درد مند آدمیوں ہی کی ضرورت نہیں بلکہ انکو ان سامانوں سے مسلح کرنیکی ضرورت ہے جو نشر و اشاعت اسلام کے لئے بکار ہیں اگر سامان انکے ہاتھ میں نہوں تو آپ خوب سمجھ لیں کہ انکے اوقات اور اپنے اس تھوڑے روپیہ کا جو خرچ کیا جاتا ہے خون کرنا ہے۔ لوگوں کو لٹریچر کی ضرورت ہے وہ انکے پاس نہیں۔ ایسا لٹریچر جو طالبان حق کو ابتدائی منازل پر دیا جاوے۔ مجھ کو یہ شکایت آج سے نہیں تیس برس سے ہے (لیکن اسوقت معذوری تھی جماعت کی تعداد چند سو نفوس کے اندر تھی آج ہزاروں تعلیم یافتہ لوگ داخل جماعت ہیں) کہ لوگ لکھتے نہیں۔ نوجوانوں میں عزیز مکرم چوہدری محمد شاہنواز خانصاحب کا وجود قابل رشک ہے اور مجھکو بہت ہی مسرت ہوتی ہے جب مَیں انکی کوششوں کو دیکھتا ہوں۔ ضرورت ہے کہ احباب جو **سلطان القلم** کے خادم اور غلام ہیں قلم ہاتھ میں لیں اور اہل یورپ کی ضروریات کو مدّنظر رکھ کر انکے مذاق کے موافق مضامین لکھیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ گو ہم کو سیاسیات میں پڑنے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن میرا یہ یقین ہے کہ صحیح سیاست کے معلم بھی خدا کے فضل سے ہم ہی ہونگے اسلئے ایک جماعت نوجوانوں کی موجودہ مشرقی اور مغربی سیاست کا مطالعہ کرے اور سیاسی مضامین پر مستقل اور زبردست آرٹیکل لکھے جو اسلام کی مذہبی روشنی میں لکھے جاویں

اور یورپ کے مدبرین کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں۔ یہ خیال مت کرو کہ ہم کیا لکھیں گے اور اسکی کیا قدر ہوگی حق یہ ہے کہ

ہم ہی صحیح سیاست اور صحیح تہذیب کے حامل ہیں

اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی۔ تو کچھ اور صراحت کرونگا و باللہ التوفیق۔

مَیں آخر میں پھر التماس کرتا ہوں کہ ریویو کے لئے دس ہزار خریدار پیدا کرو "انگریزی ریویو میری مراد ہے" تو لنڈن مشن کی قوت بہت بڑھ جائے گی۔

عبادات اسلام

(بمقابلہ دیگر مذاہب)

(نمبر ۴)

حکمت رکعات رکعت کیا ہے۔ ان تمام حرکات کا مجموعہ ہے جو ادب اور تعظیم کی علامت ہیں ان تمام حرکات کو اسلئے جمع کر دیا گیا کہ عبودیت کا کامل اظہار ہو سکے۔ کیونکہ کامل اظہار اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب ان تمام حرکات کو جمع کر دیا جائے جو تذلل اور انکسار کی علامات ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو عبودیت کا کامل اظہار نہ ہو سکتا۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ اسلامی طریق عبادت عام اور تمام دنیا کے لئے مفید ہو سکے۔ بعض کو سجدہ میں زیادہ خشوع پیدا ہوتا ہے۔ بعض کا دل رکوع میں زیادہ جھکتا ہے۔ بعض کے دل میں دست بستہ کھڑے ہونے سے کامل ادب پیدا ہوتا ہے۔ پس ان تمام حرکات کو جمع کر دیا گیا تاکہ ہر قسم کا آدمی ہر حالت میں کامل عبودیت کا اظہار اچھی طرح کر سکے۔ ورنہ اگر ایک ہی قسم ہوتی تو بعض کے دل پر کوئی گہرا اثر ہی نہ ہوتا۔ پھر سب سے اوّل قیام رکھا کہ یہ سب سے ادنیٰ درجہ تعظیم کی علامت ہے۔ اکثر حصہ دنیا کے نزدیک۔ اور پھر رکوع کہ یہ دوسرے درجہ پر ہے۔ اور سب سے آخر سجدہ کہ یہ سب سے اعلیٰ درجہ انکساری کی علامت ہے کیونکہ انسان اپنے سب سے اعلیٰ حصہ جسم کو خاک کے ساتھ ملا دیتا ہے اگر تمام حرکات کو جمع نہ کیا جاتا تو ایک اور نقصان تھا۔ کیونکہ اس صورت میں صرف ایک ہی قسم کی حرکت ہوتی جس سے ضروری تھا کہ تکان ہو جاتی۔ جس سے توجہ قائم نہ رہ سکتی۔ اس لئے کسی چیز کو دلچسپ بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس میں کچھ اختلاف رکھا جائے تاکہ تکان پیدا ہو کر توجہ پھر نہ جائے۔

تکان کے علاوہ ایک اور اندیشہ بھی تھا اور وہ یہ کہ انسان کو اس حرکت کی عادت ہو جاتی جس سے

اسکے اصل معنی گم ہوجاتے اور اسکا اصل مفہوم بھول جاتا۔ پس توجہ کو قائم رکھنے کے لئے اور اسکے مطلب کو ذہن نشین کرانے کے لئے اور تذلل کا کامل اظہار کرنیکے لئے اُن تمام حرکات کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ؛

حکمت تعدد رکعات عبودیت کے اظہار کو کامل کرنیکے لئے تعدد رکعات ضروری ہے۔ کیونکہ صرف ایک رکعت کے ادا کرنے سے اس تعظیم اور تڑپ کا اظہار نہیں ہوسکتا کہ جو بار بار خدا کے حضور دست بستہ کھڑے ہونے۔ جھکنے اور سجدہ کرنے سے ہوتا ہے۔ واقعہ میں یہ ایک ایسا نظارہ ہے کہ عبادت کرنیوالا تو ایک طرف دیکھنے والے کا دل بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

تاثیر یہ معلوم ہوجانے کے بعد کہ کامل عبودیت کا اظہار کس طریق سے کیا جاسکتا ہے اور یہ ثابت ہوجانیکے بعد کہ عبودیت کاملہ کا اظہار بغیر اسلام کے کسی اور مذہب نے نہیں سکھایا۔ یعنی یہ دیکھ لینے کے بعد کہ ایک کامل عبد کس طرح عبودیت کا اظہار کرتا ہے ہم نے دیکھنا ہے کہ کونسا طریق کامل عبد بنا دیتا ہے کونسے مذہب نے کامل عبد پیدا کیئے ہیں۔ اگر کسی مذہب پر چلکر کوئی کامل عبد بن سکتا ہو تو پھر اس مذہب کی افضلیت میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ عقلاً یہ ثابت ہوجائے کہ فلاں طریق سب سے اعلیٰ ہے لیکن عملی طور پر اسکا کوئی نتیجہ نہ نکلے ہوسکتا ہے کہ ایک اپنی عقل کے ماتحت ایک نسخہ تجویز کرے جو نہایت مفید معلوم ہو لیکن اگر اسکا اثر عملاً کچھ نہیں نکلتا تب بھی وہ نسخہ ہمارے کسی کام کا نہیں اور سب سے بڑا ثبوت کسی مذہب کی افضلیت کا یہی ہوسکتا ہے کہ اسکا عملی نتیجہ پیدا ہوجائے۔ عقلاً بیشک ایک نسخہ مفید نہ معلوم ہو لیکن اگر وہ ہماری بیماری کو دُور کر کے ہمیں کامل صحت دیدے تو ہمیں کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔

اس لئے ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ کونسے مذہب نے کوئی کامل عبد پیدا کیئے ہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ باقی تمام مذاہب والے کسی ایک کو بھی بطور کامل عبد کے نہیں پیش کر سکتے۔ مذہب پر چلکر کونسا شخص ہے جس نے دعویٰ کیا ہو کہ میں نے خدا کو پالیا ہے اور میں اس درجہ کو پہنچ گیا ہوں کہ خدا کا کامل مقرب کہلا سکوں۔ عیسائی کسکو پیش کرتے ہیں۔ برہمن دھرم والے کس کو پیش کرتے ہیں۔ پھر دیکھ لو کتنے سالوں سے یہ مذاہب دنیا میں موجود ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ انپر چلکر کبھی بھی کوئی ایسا آدمی نہیں ہوا جس نے خدا کا کامل عبد بننے کا دعویٰ کیا ہو پس ظاہر ہے کہ یہ دو صورت سے خالی نہیں ہوسکتا یا تو یہ ہے کہ وہ طریق جنپر کام کیا جاتا ہے وہ غلط اور ناقص ہیں یا بہت دیر کے بعد اثر کرنے والے ہیں یا یہ کہ انپر عمل نہیں کیا جاسکتا بہرحال دونوں صورتوں میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اسلام کے سوا کوئی اور مذہب ایسا نہیں جو عبادت کا سب سے بہتر طریق پیش کرتا ہو۔

دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس زمانے میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ وہ کس طرح باوجود دنیا کی مخالفت کے کامیاب ہُوا اور کس طرح خدا نے ہر موقعہ اور ہر رنگ میں اسکی تائید کی اور کس طرح اسکے دشمنوں کو ذلیل کیا۔ اس نے بتلا دیا کہ خدا کو پہنچنے کا کونسا رستہ ہے اور کس طرح انسان کامل عبد بن سکتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مسیحا بن گیا۔ سہ

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند ؛ لطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی

اب بتلاؤ اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اسلام ہی کا طریق عبادت تمام مذاہب کے طریقوں سے اکمل افضل اور بہتر ہے۔ اور یہی ایک راہ ہے جس پر چلکر انسان اپنے مولیٰ کو پالیتا ہے اور اسکا عرفان مکمّل ہو جاتا ہے۔ بھلا جو اس جہان میں ہی اندھے ہیں وہ دوسرے جہاں میں کیا دیکھ سکتے ہیں۔ اس دنیا میں خدا نے اپنے بندے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ ابی و امی کے ذریعہ سے ثابت کردیا کہ اسلام ہی ایک سچّا مذہب ہے اور اسکے ذریعہ انسان حقیقی نجات حاصل کرسکتا ہے۔ و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔ والسّلام عبدالرحیم درد

سوالات

(۱) اگر کوئی مدّعی نبوت اپنی کسی پیشگوئی کو اپنے دعویٰ کی صداقت یا کذب کے معیار کے طور پر شائع کرے تو کیا اس میں بھی اجتہادی غلطی کی گنجائش ہے؟ اس بات کو مدِ نظر رکھ لیں کہ یہ محض پیشگوئی ہی نہیں بلکہ معیار صداقت یا کذب مقرر کرنے کی شرط ساتھ ہے۔

(۲) قرآن میں ہے۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ یعنی متشابہات کی تاویل یا معانی خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور راسخون فی العلم صرف انپر ایمان لے آتے ہیں اور صرف فی قلوبہم زیغ والے انکی تاویل کی ٹوہ میں رہتے ہیں۔ اس صورت میں متشابہات کی تاویل کرنا گو محکمات کے تابع ہی کیوں نہ ہو قرآن کی رو سے منع نہیں؟ اور کیا یہ بے فائدہ اور رائیگاں کوشش نہیں ہے؟

(۳) براہین پنجم میں نے پڑھی ہے۔ اس سے صاف طور پر یہ معلوم نہیں ہُوا کہ آیا کوئی معجزہ علم طبعیات کے قانون کے خلاف بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ آجکل کے پیر اور ولی، بعض کرامتیں، دکھاتے ہیں مثلاً کوئلے سے کوئی خوشبودار چیز بنا دیتے ہیں وغیرہ۔ اگر ہو سکتا ہے تو مسیح ناصری کے معجزات کو کیوں نہ صحیح تسلیم کیا جائے جبکہ قلم چھڑکنے والا واقعہ خود حضرت مسیح موعودؑ سے ظاہر ہُوا۔ کہ یہ بھی صفت خلق کا نتیجہ ہے۔ اگر نہیں ہو سکتے تو حضرت صاحب کے اس واقعہ کی کیا تشریح ہے؟

(۴) یُصِبکم بعض الذی یعدکم ایک انسان کے مُنہ سے کہلوایا گیا ہے۔ جو منکرین کو نصیحت کر رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف یہ الفاظ منسوب نہیں ہیں۔ ہم اپنے مدعا کے لئے انہیں ایک الٰہی قانون کی طرح کس طرح پیش کر سکتے ہیں؟

جوابات

(۱) نبی کو اپنی ہر ایک پیشگوئی پر کامل یقین ہوتا ہے اور یہی وہ فرق بیّن ہے جو بناوٹی مُلہم اور سچّے مُلہم میں ہوتا ہے اس لئے وہ اپنی ہر ایک پیشگوئی کو صِدق و کذب کا معیار قرار دیگا اور دیتا ہے۔ اگر معیار نہ قرار دیتا ہو۔ تو پھر اُس سے صداقت کیونکر ثابت کر سکتا ہے کیا حضرت یونسؑ نے اپنی پیشگوئی کو معیار صدق و کذب قرار نہ دیا تھا۔ تفسیر فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۹۷ پر ہے کہ حضرت یونسؑ نے فرمایا: فھو واللّٰہ کائن ما وعدکم۔ کہ اللہ کی قسم اے قوم ضرور تم پر عذاب آویگا جسکا اس نے وعدہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب عذاب نہ آیا۔ تو حضرت یونسؑ نے فرمایا لن ارجع الیھم کذابًا۔ کہ مَیں ان لوگوں میں جھوٹا بنکر جانا نہیں چاہتا۔ دُرّ منثور مصنّفہ امام جلال الدین صاحب سیُوطی تفسیر سورہ انبیاءؑ۔ اگر وہ اس پیشگوئی کو اپنے صدق و کذب کا معیار نہ ٹھیراتے تھے تو انکو کس بات کا ڈر تھا۔ اور وہ کیونکر کذاب ٹھیر سکتے تھے۔ اسی طرح آنحضرت صلعم نے حج کے لئے چودہ سو صحابہؓ کو تیار کر کے اپنی رؤیا پوری کرنیکا ارادہ کیا۔ یاد رہے کہ انبیاءؑ کی رؤیا بھی وحی ہوتی ہے ملاحظہ ہو (بخاری جلد ا صفحہ ۲۷ مطبوعہ مصر) اور جب اُس سال حج نہ ہو سکا تو بعض صحابہؓ کو ابتلا آیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی بھی لڑکھڑا گئے۔ اگر اس پیشگوئی کو نہ معیار صدق و کذب ٹھیرایا گیا اور نہ صحابہؓ سمجھتے تھے۔ تو انکے لڑکھڑانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ معلوم ہوا ہر پیشگوئی میں اجتہاد کی غلطی کا امکان ہے۔

(۲) **دوسرے سوال کا جواب**۔ آیت کے معنی ٹھیک نہیں سمجھے گئے۔ اصل معنی یوں ہیں کہ اُسکی تاویل کو اللہ اور راسخون فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا وہ اسپر ایمان لاتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر روح البیان جلد ا صفحہ ۳۸۷ پر یہی معنی لکھے ہیں۔ الفاظ تفسیر یوں ہیں:۔ ای لا یھتدی الیٰ تاویله الحق الذی یجب ان یحمل علیه الّا اللّٰہ وعبادہ الذین رسخوا فی العلم" کہ متشابہ کی سچّی تاویل کو اللہ اور راسخ فی العلم ہی جانتے ہیں۔ آگے کہتا ہے۔ کہ راسخ فی العلم بھی اگر صرف یہی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تو جاہلوں میں اور اُن میں کیا فرق ہوا۔ کیونکہ وہ بھی ایسا ہی

کہتے ہیں۔ پھر اُن معنوں کا عملی ثبوت یوں پیش کرتا ہے:۔

ولم یزل المفسرون الی یومنا ھذا یفسرون و یؤلون کل اٰیۃ ولم نرھم وقفوا من شیئ من القراٰن فقالوا ھذا متشابہ لا یعلمہ الا اللّٰہ بل فسروا نحو حروف التہجی وغیرھا

(ص۳۰۷ جلد ا روح البیان) کہ آجتک مفسرین قرآن کریم کی تمام آیتوں کی تفسیر و تاویل بیان کرتے رہے ہیں۔ اور کسی آیت کو یہ کہکر چھوڑ نہیں دیا کہ یہ متشابہ ہے اور ہم اُسکے معنی اور تفسیر اور تاویل نہیں جانتے بلکہ اللہ ہی جانتا ہے مفسیرین نے تو حروف تہجی تک کی تفسیر بیان کردی ہے۔

محکم و متشابہ کے مسٔلے کو سمجھنے کے لئے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ محکم یا متشابہ ہونا ایک نسبتی امر ہے اور انسانوں کے تین درجے مقرر ہیں (۱) اعلیٰ درجہ کے لوگ۔ اُن کے لئے سارا قرآن ہی محکم ہے جیسے فرمایا کتابٌ اُحْکِمَتْ اٰیاتہٗ ثُمَّ فصلت من لدن حکیم خبیر (سورہ ہود رکوع ۱) یہ کتاب قرآن ہے جسکی آیات محکم اور مفصل ہیں (۲) ادنیٰ درجہ کے لوگ۔ اُن کے لئے سارا قرآن ہی بمنزلہ متشابہ کے ہے جیسے فرمایا اللّٰہ نزَّل اَحْسَن الحدیث کتابًا مُتَشَابِھًا (سورہ زمر رکوع ۳) اللہ وہ ہے جس نے متشابہ کتاب نازل فرمائی (۳) درمیانے درجے کے لوگ۔ ان کے لئے بعض محکم بعض متشابہ جیسے فرمایا۔ ھو الذی انزل الکتاب منہٗ اٰیات محکمات ھنّ ام الکتاب و اُخر متشابہات (آل عمران رکوع ۱) بعض آیات جو ایک کے لئے محکم ہیں وہی دوسرے کیلئے متشابہات بن سکتی ہیں۔ پس یہ کہنا درست نہیں کہ متشابہ کی تاویل کوئی نہیں جانتا اور کوئی اُنکی حقیقت سے آگاہ نہیں۔ پھر اُنکے نازل کرنیکا کیا فائدہ تھا۔

(۳) تیسرے سوال کا جواب ۔ معجزہ کے معنی ہیں جو عاجز کردے مخلوق جسکا مقابلہ نہ کرسکے خواہ اُس کے مقابلہ پر آکر یا ہمیشہ تک کے لئے۔ معجزہ دنیا کے مقررہ قانون سے خارق عادت ہوتا ہے۔ خدا کے قانون کا احاطہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔ جو بات مشاہدہ میں آجاوے وہی ہمیں یا خدا کا قانون ماننا پڑیگا۔ ہاں اگر خود خدا کہدے کہ یوں کبھی نہ ہوگا۔ تو وہ سُنّت ہوجاویگی اور فرمایا ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا۔ کہ وہ نہیں بدلیگی۔ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات۔ خلق طیر۔ احیاء موتیٰ وغیرہ خدا کے قول کے مخالف ہیں لہٰذا تسلیم نہیں کیئے جاسکتے مثلاً اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے۔ اللّٰہ خالق کل شیئٍ کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور فرمایا کہ معبودان باطلہ جنکو دنیا کے لوگ خدا کرکے سمجھتے ہیں لا یخلقون شیئًا (نحل) وہ کچھ پیدا نہیں کرسکتے تو ہم کیونکر مان لیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے پرندے حقیقی پیدا کیئے تھے وقس علیہ

(۴) **چوتھے سوال کا جواب** - قرآن مجید جن اقوال کو نقل کرتا ہے۔ اگر وہ غلط ہوں تو اس کی اسی جگہ یا اس کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر ضرور تردید کر دیتا ہے۔ مگر اس قول کی کسی جگہ تردید نہیں کی اگر یہ غلط اصول تھا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ اسکی تغلیط کرتا۔ بلکہ واقعات انبیاء بیان فرما کر اسکی تصدیق فرمائی ہے۔

بے شک یہ ایک مومن کا قول ہے۔ مگر وہ اس پایہ کا مومن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے قول کو اپنے رسول ؐ کی تائید میں قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ والسلام

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ نبوت بند ہے؟

جب کبھی خدا تعالیٰ کے مامور دنیا میں آئے ہیں دنیا نے انکو تسلیم نہیں کیا۔ اور ہمیشہ تکذیب اور استہزاء سے کام لیکر اپنے آپکو موردِ عذابِ الٰہی بنا لیا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔ یاحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسولٍ الّا کانوا بہ یستھزؤن (یٰس ع ۲) افسوس ہے ان لوگوں پر کہ کوئی ایسا رسول نہیں آیا جس سے انہوں نے ٹھٹھا مخول نہ کیا ہو۔ منکرین انبیاءؑ اپنے پاس سے چند حجتیں پیش کرتے ہیں۔ مگر گو وہ نبی اسکا ردّ براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ سے کر دیتا ہے مگر پھر بھی وہ "میں نہ مانوں۔ میں نہ مانوں" کہتے ہوئے اپنے عذرِ لنگ کو نہیں چھوڑتے۔ ہر ایک نبی کے وقت میں کوئی نہ کوئی عذر پیش کیا گیا مثلاً حضرت مسیح ناصریؑ کے وقت میں یہ کہدیا گیا کہ آپؑ نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ ایلیاہؑ نے ابھی آسمان سے آنا ہے۔ گو حضرت مسیحؑ نے اس کا معقول جواب دیدیا مگر پھر بھی وہ اسی پر ڈٹے رہے اور کافر ہے۔ ضرور تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں بھی ایسا ہی ہو۔ چنانچہ آپ کے زمانہ میں بھی بہت سے عذرات پیش کیئے گئے۔ اور کہا گیا کہ آپ کس طرح نبی ہو سکتے ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہونا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ (بانی واہی) نے اس فاسد عقیدہ کا ایسا ردّ کیا کہ آج کوئی غیر احمدی یا عیسائی اس مسئلہ پر احمدی مناظرین سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اب غیر احمدی حضرات نے اس عذر کو چھوڑ کر یہ عذر پکڑا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تو کوئی نبی آ ہی نہیں سکتا پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعوےٰ مسیحیت و مہدویت نعوذ باللہ باطل ہے۔ مگر یہ کوئی نیا عقیدہ نہیں ہمیشہ انبیاءؑ پر یہی سوال کیا گیا۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام کی وفات پر آپکی اُمت یہ فیصلہ کر چکی ہے "لن یبعث اللہ من بعدہٖ رسولاً" (مومن ع ۴) کہ بس اب حضرت یوسف علیہ السلام کے

بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ چنانچہ یہ عقیدہ آنحضرت صلعم کی بعثت تک چلا آیا۔ حتیٰ کہ جب آپنے دعویٰ کیا تو اسوقت بھی لوگوں کا یہی خیال تھا کہ کوئی مبعوث نہ ہوگا۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے "ظنّوا کما ظننتم ان لن یّبعث اللّٰہُ احدًا" (جن ع) کہ اے جنوں! انسانوں کا بھی تمہاری طرح یہی خیال تھا کہ اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ پس ضروری تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی "مایقال لک الّا ماقد قیل للرسل من قبلک" (حٰم سجدہ ع) کے ماتحت وہی کہا جاتا کہ اب کوئی رسول نہ آئیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کی سُنّت تبدیل نہیں ہوتی وہ ہمیشہ ظلمت و گمراہی کے زمانہ میں نور و ہدایت بھیجتا ہے۔ پس سُنتِ مستمرّہ کے مطابق اس نے اپنے مسیح موعودؑ کو ظلمت و تاریکی کے زمانہ میں نبی اور رسول بنا کر بھیجا تا وہ اسلام کو تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کر کے دکھائے۔ مگر افسوس! کہ اُمّتِ محمدّیہ نے باوجود تجربہ کے اسکے دعویٰ کو قبول نہ کیا اور اممِ سابقہ کی طرح "اولٰئک اصحاب النّار ھم فیھا خٰلدون" (اعراف ع) کی مصداق ہو کر موردِ عذاب وعتابِ الٰہی بنی۔ غیر احمدی حضرات اپنے اس منگھڑت عقیدہ کو قرآن اور احادیثِ نبوی سے بھی ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ اسوقت ہم انکے ان دلائل کا مختصر ردّ لکھتے ہیں جو کہ انکی نظروں میں لاجواب ہیں۔ وما توفیقی الّا باللہ علیہ توکلتُ والیہ انیب۔ غیر احمدی علماء کا قرآن کریم سے انقطاعِ نبوّت کے متعلق استنباط صرف دو آیات سے ہے۔

(۱) ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین (احزاب ع)

(۲) "الیوم اکملتُ لکم دینکم واتممتُ علیکم نعمتی ورضیتُ لکم الاسلام دینًا"

پہلی آیت میں سے وہ "خاتم النبیین" کو لیتے ہیں اور معنی یہ کرتے ہیں "نبیوں کو ختم کرنیوالا" "آخری نبی"۔

الجواب الاوّل:۔ "خاتَم" بفتح تاء کے معنی "ختم کرنیوالا" کرنا عربی زبان سے سخت جہالت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ "خاتَم" اسم فاعل نہیں بلکہ اسم الہ ہے۔ پس اسکے معنی "ختم کرنیوالا" کے نہیں ہیں۔ عربی زبان میں کسی کو کسی دوسری چیز کا "خاتَم" کہنا محاورہ ہے اور اسکے معنی وہ آخری کے نہیں لیتے۔ چنانچہ ابو تمام عربی شاعر کی وفات پر حسن بن وہب نے جو قصیدہ لکھا اسمیں وہ ابو تمام متوفی کو خاتم الشعراء کا خطاب دیتا ہے۔ چنانچہ اسکا شعر یہ ہے:۔

فجع القریض بخاتم الشعراء ❊ وغدیر روضتھا حبیب الطائی

(دیکھو وفیات الاعیان لابن خلکان جلد۱ صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ مصر)

کیا ابو تمام شاعر کے بعد کوئی شاعر نہیں ہوا؟ اس بات سے ہمیں بحث نہیں کہ فی الواقع ابو تمام

"خاتم الشعراء" ہے یا نہیں؟ مگر تاہم حسن بن وہب کے ذہن میں وہ واقعی "خاتم الشعراء" ہے۔ حالانکہ حسن بن وہب خود شاعر ہے۔ اور "خاتم الشعراء" کا خطاب بھی اس نے ایک شعر میں دیا ہے۔ پس صاف ثابت ہے کہ حسن بن وہب نے "خاتم الشعراء" کا خطاب "شاعروں کو ختم کرنیوالا" یا "آخری شاعر" کے معنوں میں استعمال نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ اسکا "خاتم الشعراء" سے مطلب "افضل الشعراء" ہے۔ اسی طرح "خاتم النبیین" ہے پس اسکے معنی بھی "افضل الانبیاء" کے ہوئے۔ وھو المراد۔

الجواب الثانی:۔ قرآن کریم کا دعویٰ ہے "لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔" کہ اگر قرآن شریف خدا تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو اس میں اختلاف ہوتا۔ پس قرآن شریف میں اختلاف نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ قرآن شریف میں متعدد بار فرما چکا ہے کہ انبیاء آتے رہینگے۔ چنانچہ ہم اسوقت مشتِ نمونہ از خروارے کے طور پر صرف تین آیات پیش کرتے ہیں:۔

(۱) یا بنی آدم امّا یاتینّکم رسلٌ منکم یقصّون علیکم اٰیاتی (اعراف ع) یعنی اے بنی آدم (اے انسانو!) تم میں البتہ ضرور آئینگے رسول۔ اس آیت میں صاف طور پر خدا تعالیٰ تاکیدی الفاظ میں فرماتا ہے "اما یاتینکم رسلٌ" کہ البتہ ضرور رسول آئینگے"

ممکن ہے کہ "اما یاتینّکم" کے ترجمہ "البتہ ضرور آئینگے" پر کوئی اعتراض کرے۔ تو اسکے جواب میں کتاب الصرف کی مندرجہ ذیل عبارت کافی ہوگی:۔

نونِ تاکید:۔ یہ حرف آخر مضارع میں آتا ہے اور اسکے آنے سے مضارع کے پہلے لام مفتوح کا آنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ نون مضارع کے آخر حرف کو فتحہ اور معنی تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کے دیتا ہے جیسے لَیَفْعَلَنَّ (وہ البتہ ضرور کریگا) اسکو مضارع مؤکد بلام تاکید و نون تاکید کہتے ہیں" اور اسپر حاشیہ میں یہ لکھا ہے "اکثر تو لام مفتوح آتا ہے مگر کبھی اِمّا بھی آجاتا ہے جیسے اِمّا یَبْلُغَنَّ۔ اِمَّا تَرَیِنَّ" (دیکھو کتاب الصرف صفحہ ۱۵)

اب دیکھئے! "اِمّا یاتینّ" میں "یأتی" مضارع کے بعد نونِ تاکید اور اسکے پہلے اِمّا بھی آیا ہے۔ پس اسکے معنی "تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل" کے ہوئے۔ یعنی "البتہ ضرور آئینگے" پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد رسول آتے رہینگے۔ فافھموا وتدبروا ایھا الغافلون

(۲) اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن الناس (حج ع) یعنی اللہ تعالیٰ چنتا ہے اور چنیگا ملائکہ اور انسانوں میں سے رسول۔ "یصطفی" مضارع ہے۔ جو کہ حال اور استقبال

پر دلالت کرتا ہے۔ پس اسکے معنی یہ ہیں کہ اب بھی رسول آتے ہیں۔ اور آیندہ بھی رسول آتے رہینگے۔ اس موقعہ پر کئی غیر احمدی کہدیا کرتے ہیں کہ مضارع کے معنی ضروری نہیں کہ استقبال کے بھی ہوں جبتک کوئی خاص الفاظ یا حروف نہ استعمال کیئے جائیں۔ مگر یاد رہے کہ اس اصول کو مان لینے سے غیر احمدی و غیر مبایعین حضرات کا مُدعا پورا نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اسلئے کہ یہاں لفظ "رُسُلاً" ہے جو کہ جمع کا صیغہ ہے۔ جسکا مطلب صاف طور پر یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور بھی رسول چُنیگا۔ پس اُنکا استدلال باطل ہے۔ فافهم۔

(۳) "یَا اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا" (مومنون ع ۳) یعنی اے رسولو! پاک کھانے کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔

یہ جملہ ندائیہ ہے جو حال اور استقبال پر دال ہے۔ اور اسمیں لفظ رُسُل جمع ہے۔ جو دو سے زیادہ رسولوں پر بولا جاتا ہے۔ پس صاف ثابت ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت رسول اللہ صلعم کے علاوہ اور بھی کوئی رسول موجود تھے۔ یا بعد میں آنیوالے تھے۔ پہلی صورت تو صحیح نہیں۔ پس دوسری صورت ہی صحیح ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد بھی رسول آتے رہینگے۔ وھوالمراد۔

ہم نے یہ تین آیات تحریر کی ہیں۔ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا جاری رہنا شمس نصف النہار کی طرح واضح ہے۔ انکے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں مگر بخوفِ طوالتِ مضمون انہیں پر اکتفا کرتا ہوں۔ ایک طرف تو یہ آیات ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا اجراء ثابت ہے۔ اور دوسری طرف بقول غیر احمدی حضرات آیت "خاتم النبیین" ہے جس سے انقطاعِ نبوّت ثابت ہے۔ تو کیا قرآن میں اختلاف ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اس لئے "خاتم النبیین" کا ایسا ترجمہ کرنا چاہیئے جو "یفسّر بعضہٗ بعضًا" کا مصداق ہو۔ اور وہ وہی ہے جو ہم الجواب الاوّل میں تحریر کر چکے ہیں یعنی "افضل الانبیاء"۔ فافهم۔

الجواب الثالث:- آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد اپنے بیٹے ابراہیمؑ کی وفات پر فرمایا "لو عاش ابراھیم لکان صدیقًا نبیًّا" (دیکھو ابن ماجہ جلد ا صفحہ ۱۱) یعنی اگر میرا بیٹا ابراہیمؑ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔ پس اگر "خاتم النبیین" کے معنی "آخری نبی" کے ہوتے تو آپؐ فرماتے کہ خواہ یہ زندہ رہتا تب بھی نہ ہوتا۔ مگر آپ اسکی نبی نہ ہونیکی وجہ آیت "خاتم النبیین" کا نزول نہیں بلکہ اسکی موت بتا رہے ہیں فیتدبّر فیہ۔

دوسری آیت جس سے غیر احمدی انقطاعِ نبوّت فی خیر الامّت کا مفہوم نکالتے ہیں

وہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (مائدہ ع ۱) ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تمام قسم کی نعمتیں آنحضرتؐ پر تمام ہو گئیں۔ چونکہ نبوت بھی ایک نعمت ہے اسلئے وہ بھی تمام ہو گئی۔ پس اب کوئی نبی نہ ہوگا۔

الجواب الاوّل: اس آیت میں تمام نعمتوں کے آنحضرت صلعم پر تمام ہونے کا ذکر ہے۔ مجددیت محدثیت۔ صدیقیت اور شہادت وغیرہ بھی نعمتیں ہیں وہ تمام بھی اس آیت کے ماتحت آنحضرتؐ پر تمام ہو جانی چاہئیں۔ کیا اب کوئی مجدد۔ محدّث۔ صدیق۔ شہید اور صلح بھی اُمّتِ محمدیہ میں نہیں ہوگا؟ واقعات اسکے خلاف شہادت دیتے ہیں۔

الجواب الثانی: اس جگہ تمام نعمت کا ذکر ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ اتمام نعمت کے بعد نعمت نہ ہو۔ چنانچہ قرآن شریف میں آتا ہے "اٰتینا موسیٰ الکتاب تماماً علی الذی احسن وتفصیلاً لکل شیءٍ" (انعام ع ۱۹) اس آیت میں تورات کو "تمام" کہا گیا ہے کیا تورات کے بعد کوئی اور کتاب نہیں آئی؟ جس طرح تمام کتاب کے بعد کتاب (قرآن) آگئی۔ اسی طرح تمام نبوّت کے بعد نبوّت آگئی۔ فافهموا ایها العاقلون الطالبون للحق۔

ان ہردو آیات کے علاوہ غیر احمدی و غیر مبائع حضرات چند احادیث بھی پیش کیا کرتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ زور چار احادیث پر دیتے ہیں۔ ہم انکا بھی مختصر جواب تحریر کیے دیتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

الحدیث الاوّل: یا علی اما ترضیٰ انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انهٗ لا نبی بعدی (بخاری) یعنی اے علی! تو مجھے اس طرح ہے جس طرح موسیٰ کو ہارون۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا

الجواب: آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد اب بالکل کوئی نبی نہ آئیگا۔ کیونکہ دوسری طرف آپؐ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنیکی پیشگوئی فرما چکے ہیں اور نبی کا خطاب بھی دے چکے ہیں۔ (دیکھو مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۹ باب العلامات بین یدی الساعۃ)

پس آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی آئیگا۔ بلکہ حضرت علی رضؓ کو فرمایا کہ اے علیؓ! موسیٰ کے بعد تو حضرت ہارونؑ نبی تھے۔ مگر میرے جنگ تبوک پر جانے کے بعد تو نبی نہیں ہوگا۔ چنانچہ طبقات کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۵) میں یہی حدیث یوں آتی ہے "یا علی اما ترضیٰ انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انهٗ لست بنبیٍّ" یعنی اے علی تو مجھے اس طرح ہے جس طرح موسیٰ کو ہارون مگر

فرق یہ ہے کہ تو میرے بعد نبی نہیں"۔ پس "لست بنبیٍّ" نے "لا نبی بعدی" کی تفسیر کر دی کہ اے علی تو میرے بعد نبی نہیں۔ فافہم۔

الحدیث الثانی:۔ "لو کان بعدی نبیٌّ لکان عمرؓ" یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔ چونکہ حضرت عمرؓ نبی نہیں ہوئے۔ اسلئے کوئی نبی نہیں آسکتا۔

الجواب الاوّل:۔ ترمذی میں لکھا ہے "ھذا حدیثٌ غریبٌ" یعنی یہ حدیث ضعیف ہے۔

الجواب الثانی:۔ اس حدیث کو مسند امام احمد۔ طبرانی۔ اور صحیح حاکم میں عقبہ بن مالک سے یوں روایت کیا ہے۔ "لولم اُبعث لبُعِثتَ یا عُمرُ" (دیکھو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ و برحاشیہ مشکوٰۃ باب فضائل حضرت عمرؓ) یعنی اگر میں (رسول صلعم) مبعوث نہ ہوتا تو اے عمر تو مبعوث ہو جاتا۔ پس چونکہ آنحضرت صلعم مبعوث ہو گئے۔ حضرت عمرؓ مبعوث نہیں ہوئے۔ فرد الاوہام

الحدیث الثالث:۔ "انا العاقبُ و العاقبُ الذی لیس بعدہٗ نبیٌّ"

یعنی میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جسکے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

الجواب:۔ "العاقب الذی لیس بعدہٗ نبیٌّ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں۔ کیا اہل عرب "عاقب" کے معنی نہ جانتے تھے؟ پھر آپکو اسکے معنی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ چنانچہ ہمارے اس قول کی تائید مرقاۃ کی مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے "الظاھرُ اَنَّ ھذا تفسیرٌ للصحابی اَوْ مَنْ بعدہٗ وفی شرح مسلم قال ابن الاعرابیُ العاقبُ الذی یخلف فی الخیر و من کان قبلہ (دیکھو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۳۷۶) یعنی یہ تو صاف ظاہر ہے کہ "العاقب الذی لیس بعدہٗ نبیٌّ" کے الفاظ کسی صحابی نے یا کسی بعد کے آنیوالے نے بڑھا دیئے ہیں۔ اور شرح مسلم میں ہے کہ ابن اعرابی نے کہا ہے کہ عاقب وہ ہوتا ہے جو کسی کی بھلائی میں پیروی کرے۔ پس "انا العاقب" کے معنی صاف ہیں کہ مجھ میں پہلے تمام انبیاء کی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

الحدیث الرابع:۔ "لم یبقَ من النبوۃِ الا المبشرات وھی الرّؤیا الصالحہ"

یعنی بس اب سچی خوابیں ہی رہ گئی ہیں۔ نبوّت بند ہے۔

الجواب:۔ اسکے یہ معنی نہیں کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نہیں ہوگا۔ بلکہ "یبقَ" مضارع ہے۔ اسپر "لم" داخل ہوا۔ پس اسکے معنی ماضی منفی کے ہوئے۔ یعنی

نبوّت میں سے صرف مبشّرات ہی باقی رہ گئیں تھیں۔ اس میں رسول اللہ صلعم اور حضرت مسیح ناصریؑ کے درمیان میں فترۃ کا زمانہ مراد ہے نہ کہ آپ کے بعد کا؟ ۔ فافھم۔

الحدیث الخامس:۔ بعض غیر احمدی "ثلاثون دجالون کذابون" والی حدیث بھی پیش کر دیا کرتے ہیں۔ اسکے جواب میں اکمال شرح مسلم کی مندرجہ ذیل عبارت کافی ہے:۔ "ظھر صدقہٗ من تنباء من زمنہٖ صلی اللہ علیہ وسلم الی الاٰن لبلغ ھذا العدد ویعرف ذالک من یطالع التواریخ" (دیکھو اکمال شرح مسلم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۸) یعنی اس حدیث کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے۔ اور اب تک (۸۲۸ھ ہجری) پوری ہو گئی ہے اور جو تاریخ پڑھے اسے معلوم ہو جاتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ اس حدیث کی زد میں نہیں آسکتے۔ فافھم۔

اب ہم نے انقطاعِ نبوّت کے تمام زبردست مزعومہ دلائل کا بفضلہٖ تعالیٰ ردّ لکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ غیر احمدی اور غیر مبایعین حضرات کو سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ محمدؐ سے مطلب صرف حقیقۃ محمدیہ ہے اس نام کو کسی اور معنی میں استعمال نہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک بار جب انکا ظہور شبلی کی صورت میں ہوا تو انہوں نے اپنے مرید سے کہا۔ "شاہد رہنا کہ مَیں نبی ہوں اور مرید جو اس راز سے واقف تھا کہنے لگا، مَیں شہادت دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نبی ہو۔ بہت ممکن ہے اس پر لوگوں کو اعتراض ہو لیکن یہ انکی غلطی ہوگی اسکی مثال تو وہی ہے جیسے کوئی شخص خواب میں کسی کو کسی دوسری شکل میں دیکھے لیکن خواب اور صوفیانہ کشف میں فرق ہے اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کو خواب میں کسی دوسری صورت میں دیکھے تو وہ بیداری میں حقیقۃ محمدیہ کو اس صورت کے نام سے موسوم نہیں کر سکتا لیکن صوفیانہ کشف میں معاملہ اسکے برعکس ہے اگر اس حالت میں تم حقیقۃ محمدیہ کو کسی صورت میں دیکھو تو تمھیں حقیقۃ محمدیہ کو اس صورت کا نام دینا چاہیئے اور اسکی ایسی ہی تکریم و تعظیم کرنا چاہیئے جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس سے کہیں یہ نہ سمجھا جائے کہ مَیں تناسخ کا قائل ہوں، معاذ اللہ، مطلب صرف یہ ہے کہ آنحضرتؐ جس صورت کو چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ اور یہ بڑی سُنّت ثابت ہے کہ وہ ہر زمانے میں انسان کامل کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں ظاہری اعتبار سے انسان کامل آنحضرتؐ کے خلفاء ہیں اور باطناً آنحضرتؐ ان کی حقیقت روحانی۔" (جامعہؐ)

القصیدۃ العربیۃ بالصنعۃ المتضادۃ المنقوطۃ وغیر المنقوطۃ

مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی کو دو عرب کراچی میں ملے اثناء گفتگو میں انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ قصیدہ غیر منقوطہ یا منقوطہ لکھنا بڑی بات ہے مولانا نے فرمایا یہ تو حضرت مسیح موعودؑ کے ادنیٰ خدام بھی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت یہ قصیدہ اس صنعت میں لکھا (ایڈیٹر)

بِذِیْ فَیْضٍ یُغِیْثُ بِغَیْثِ فَیْضٍ

قسم ہے اس فیاض کی جو فریاد رسی کرتا ہے فیض کی بارش کے ساتھ

بِفَیْضٍ نَبْتَغِیْ یُغْنِیْ فَنُثْنِیْ

ساتھ فیض کے کہ جسکی ہمیں جستجو ہوتی ہے غنی کر دیتا ہے پس ہم ثنا کرتے ہیں

غَنِیٌّ یُغْنِیَنَّ بِفَیْضِ غَیْبٍ

وہی ایسا غنی ہے کہ اپنے فیض غیبی کے ساتھ سب کو کفایت کرتا ہے

خَزِیْنَۃُ فَیْضِ ذِیْ فَیْضٍ نَبِیٌّ

خدا تعالیٰ کے فیض کا خزانہ نبی ہوتا ہے

نَبِیٌّ یُجْذَبَنَّ بِجَذْبِ غَیْبٍ

خدا کا نبی غیبی جذبہ سے خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے

نَتِیْجَۃُ فَیْضِ بَیِّنَۃٍ بِجَذْبٍ

نشانِ جذب کے فیض کا نتیجہ (آج اس زمانہ میں)

تَقِیٌّ فِیْ بَنِیْ غَیٍّ نَقِیٌّ

گمراہ لوگوں کے درمیان رہکر پھر پاک اور صاف رہا

بِتَنْظِیْفٍ بِتَخْفِیْفٍ بِتَثْبِیْتٍ

پاک صاف کرنے بوجھوں کو ہلکا کرنے دلائل اور نشانوں کے ثابت و قائم رکھنے کے ساتھ

شَفِیْقٌ یُشْفِقَنَّ بِذَبِّ شَیْنٍ

شفیق ہے اور بدی کے دور کرنیکے ساتھ لوگوں پر شفقت کرتا ہے

اِلٰہُ الْکُلِّ عَمَّ لَہُ الْعَطَاءُ

سب مخلوق کا معبود برحق جس کی عطا عام ہے

عَلٰی مُعْطِ الْمَرَامِ لَہُ الْوَلَاءُ

مقصود کے عطا کرنیوالے خدا کی اور ثناء کی الوہیت اسی کیلئے ہے

ھُوَ الْمَوْلٰی وَسَائِلُہُ الْوَرَاءُ

وہی مولےٰ ہے اور سب مخلوق اسکی محتاج اور سائل ہے

لِاِرْوَاءِ الصَّدٰی کَاْسٌ وَّمَاءٌ

پیاس کے بجھانے کے لئے وہ پیالہ بھی ہوتا ہے اور پانی بھی

اَسَاسًا لِلْھُدٰی وَلَہُ اللِّوَاءُ

ہدایت کی بنیاد قائم کرنیکی غرض سے اور ہدایت کے جھنڈے کے لئے نبی کا وجود نشان ہوتا ہے

رَسُوْلُ اللّٰہِ اَحْمَدُ مُدَّعَاءُ

خدا کے رسول حضرت احمد نبی اللہ ہیں جو سب کا مدعا ہیں

وَمِسْکُ الْھُدٰی مِلْءُ الْوِعَاءِ

اور ہدایت کی مشک سے اسکا وجود جو ایک برتن کی طرح ہے بھرا ہوا ہے

مُطَھِّرُھُمْ وَمُصْلِحُ مَا اَسَاؤُا

لوگوں کو پاک صاف بنانے والا اور جو کچھ انہوں نے بدی پھیلائی اسکی اصلاح کرنیوالا

لِدَاءِ السُّوْءِ آسٍ وَالدَّوَاءُ

گناہوں کی بیماری کیلئے طبیب بھی ہے اور دوا بھی

بِفِتْنَةِ غَيٍّ ذِيْ نَزْغٍ شَقِيٍّ

وسوسہ ڈالنے والے شقی یعنی دجّال کے فتنہ کے سبب سے

يُجَنِّبُ فِتْنَةً يُنْجِي نَقِيًّا

ایسی بڑی فتنہ سے متّقی لوگوں کو حضرت احمد نبی اللہ ہی بچاتے اور نجات دیتے ہیں

يُغِيْثُ بِفَيْضِ بَيِّنَةٍ شَفِيْقًا

ایسے فتنہ کیوقت دلائل اور نشانوں کے فیض کے ساتھ آپ ہی فریاد رسی کرتے ہیں

يَذُبُّ تَذَبْذُبًا يَشْفِي يَقِيْنًا

آپ تردد کو دور کرتے اور یقین سے شفا دیتے ہیں

شَقِيٌّ ظَنَّ فِيْ زَيْنٍ بِشَيْنٍ

بدبخت انسان نے خوبی میں بُرائی کے ساتھ بدظنی کی

شَقِيٌّ تَبَّ فِيْ بَغْيٍ بِزَيْغٍ

بدبخت اپنی کج رائی کے ساتھ بغاوت میں برباد ہوگیا

خَبِيْثٌ يَبْتَغِيْ غَيًّا بِخُبْثٍ

خبیث انسان گمراہی کو بوجہ خباثت کے طلب کرتا ہے

تَقِيٌّ يَتَّقِيْ فِيْ غَيْبِ غَيْبٍ

متّقی اور نیک انسان پوشیدہ در پوشیدہ حالات میں بھی تقویٰ کو اختیار کرتا ہے

يُنِيْبُ بِخَشْيَةٍ يَبْغِيْ نَجِيًّا

خشیت کے ساتھ خدا کے حضور جھکتا ہے اور مناجات سے

بِغَيْظٍ تَخَيَّبَ شَيْخٌ غَبِيٌّ

ناکامی اور نامرادی کے غصّہ کے ساتھ شیخ بیوقوف نے

بِبُغْضٍ فِيْ نَبِيٍّ خِزْيُ شَيْخٍ

نبی کے حق میں بغض کے ساتھ پیش آنے سے شیخ کی رُسوائی ہے،

تَغَيُّظُ خَيْبَةٍ ضِيْقٌ بِضِيْقٍ

نامرادی کا غصّہ ایک تنگی پر تنگی اور گھبراہٹ

پر گھبراہٹ

لِرُوْحِ اللّٰهِ اِطْرَاءٌ مُرَآءٌ

حضرت عیسیٰ روح اللہ کیلئے اطرا یعنی غلو کی راہ لوگوں کو دکھائی گئی

دَلَائِلُهٗ سِلَاحٌ وَالدُّعَآءُ

بچاؤ کیلئے ہتھیار آپکے دلائل اور دعا ہی ہے

وَلِلْاِسْلَامِ سِلْمٌ لَا مِرَآءٌ

اور اسلام تو سلامتی کی راہ کو ہی پیش کرتا ہے نہ لڑائی جھگڑا

لَهٗ عِلْمُ الْهُدٰى وَلَهُ الدَّهَآءُ

اور آج علم ہدایت اور دانش آپ ہی سے مخصوص ہے،

وَاَلْحَدَ مَارِدًا وَعَدَى الْهَوَآءُ

اور سرکش ہو کر ٹیڑھی راہ کو چلا اور اسکی ہوائے نفس حد سے بڑھ گئی

وَاَرْدَاهُ الْمَهَالِكُ وَالْعَمَآءُ

ہلاک کر دیا اسے اسباب ہلاکت نے اور اس اندھاپن نے

وَاَكْلُ السَّمِّ سُوْءٌ وَالرَّدَآءُ

حالانکہ زہر کا کھانا ایک بُرا فعل ہے اور ہلاکت۔

هَدَاهُ اللّٰهُ سَلَّمَهُ الْهُدَآءُ

اسکو اللہ تعالےٰ نے ہدایت نصیب کی اور ہدایت اسکے لئے سلامتی کا باعث بنی

صِرَاطُ اللّٰهِ سَالِكُهُ السُّهَآءُ

اللہ کی راہ کو جس کا سالک نور ہدایت سے ستارہ سا ہو جاتا ہے

اَسَآءَ مُكَلِّمًا وَرَمَى الْعِدَآءُ

دلوں کو بدکلامی سے زخمی کرتے ہوئے ہدی کا ارتکاب کیا ایسا ہی دشمنوں نے تہمت لگائی۔

وَلِلْحُسَّادِ وَالْاَعْدَاءِ صَلَآءٌ

اور حاسدوں اور دشمنوں کیلئے بوجہ حسد و عداوت انکو سوزش ہے جسمیں وہ جل رہے ہیں۔

لَهُمْ مِمَّا يَئِهِ الْحَارِّ الدِّلَآءُ

ایسے لوگوں کے لئے غضب کے گرم پانی کے

بوسے ہیں۔

تَجَنَّبْتُمْ تَخَيَّبْتُمْ بِضِغْنٍ وَكَالْوَطْوَاطِ اَرْدَاكُمْ عَمَاءُ

اے مخالفو! تم الگ ہو گئے اور کینہ وری کے ساتھ خائب خاسر ہوئے — چمگادڑ کی طرح تمہیں اس اندھاپن نے ہلاک کر دیا

فُتِنْتُمْ فِتْنَةً فِي جَنْبِ غَيْبٍ وَسِرُّ اللهِ سِرٌّ لَا هَوَاءُ

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی جو قبل از ظہور ایک غیب تھا اسکے بارہ میں تم فتنہ میں پڑ گئے۔ حالانکہ خدا کا سرّ ایک پوشیدہ امر ہے

تَظَنَّيْتُمْ بِزَيْغٍ فِي خَفِيٍّ وَلِلْاَسْرَارِ مَسْعَاكُمْ سُدَاءُ

کجرائی کے ساتھ تم نے ایک پوشیدہ امر میں دخل دیا۔ — حالانکہ اسرار کے متعلق تمہاری کوشش ناکارہ ہے

نَتِيجَةُ فِتْنَةٍ شَيْنٌ بِشَيْنٍ مَآلُ السُّوْءِ سُوْءٌ وَالْوَدَاءُ

فتنہ کا نتیجہ بدی ہے عوض بدی کے — بُرائی کا انجام بُرائی ہے اور ہلاکت اور تباہی

يَقِيْ ذَنْبًا يَقِيْنٌ فِيْ يَقِيْنٍ هُوَ الصَّمْصَامُ مَرْعَاهُ الدِّمَاءُ

بچاتا ہے گنہ سے یقین موت کے بارہ میں — یقین وہ تلوار ہے کہ جس کی چراگاہ خون ہے

يُذِيْبُ بِخِيْفَةٍ بَبًّا يَقِيْنٌ لِهَوْلٍ طَلَّا طَلٍّ حَالٌ مُسَاءُ

یقین ایک قوی مرد کو خوف کیوجہ سے گداز کر دیتا ہے — موت کی ہیبت اور خوف کے سبب سے بہت ہی بُرا حال ہو جاتا ہے

شَقِيٌّ يُبْغِضَنَّ بَنِيْ نَبِيٍّ وَرَامُوْا آلَ اَحْمَدَ هُمْ عِدَاءُ

بدبخت عداوت رکھتا ہے نبی کی اولاد سے — اور تہمت لگانیوالے آلِ احمد پر سب کے سب وہ دشمن ہیں

تَبَيَّنَ زِيْنَةٌ بِبَنِيْ نَبِيٍّ وَلِلْمَحْمُوْدِ حَمْدٌ وَالْعَلَاءُ

زینت تو آج نبی کے فرزندوں ہی کے ساتھ جلوہ افروز ہو رہی ہے — اور حضرت محمود کیلئے حمد اور بلند مراتب کا جلوہ تو ظاہر ہی ہے،

نَجِيْبٌ نُخْبَةٌ فِيْ زِيِّ زَيْنٍ هُوَ الْمَوْلُوْدُ اَكْرَمَهُ السَّمَاءُ

نجیب اور برگزیدہ ہے اور انسانی کمالات کے پُر محاسن لباس میں ہے — وہی بزرگ مولود ہے جسکو آسمان تک کی مخلوق نے اکرام کیا

المقتبسات والملتقطات

اسلام ہندوستان میں

اسلام ہندوستان میں خلافت راشدہ کے آخر عہد تک اسلام مشرق میں مکران۔ کرمان۔ سیستان۔ خراسان۔ اور لب دریائے ہامون تک۔ شمال میں آذربائیجان کوہ قاف۔ حلب۔ اور انطاکیہ تک اور مغرب میں افریقہ کے علاقہ الجزائر تک پہنچ گیا تھا۔ اور جتنے ممالک ان حدود کے اندر ہیں تعلیم جاری تھی۔

ان خلفا کے عہد میں اسلام ہندوستان کے مغربی وجنوبی کنے یعنی سندھ میں آیا۔ اگرچہ اسکے آنیکی شان مبلغانہ نہیں بلکہ فاتحانہ تھی۔ مگر عرب کثرت سے یہاں آباد ہو گئے۔ اور انکو رسالت کے انداز نے ایسے رنگ میں رنگ دیا تھا کہ وہ کوشش نہ بھی کرتے تو خالی انکی صحبت ہی تبلیغ دین کا کام کرجاتی تھی۔ دوسری صدی کے آخر اور تیسری صدی کے آغاز میں جو جغرافیہ نویس سیاحان عرب سندھ میں آئے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ملتان اور منصورہ میں حدیث و فقہ بڑی بڑی درس گاہیں کثرت سے موجود تھیں۔ اور ایک خلقت عظیم اُن میں عرب کی زبان اور توحید کے دین کی تعلیم پا رہی تھی۔

اسلام کے دوبارہ آنیکا آغاز محمود غزنوی کے حملہ آوارنہ عہد ہمایوں سے ہوا۔ (دلگداز)

(نمبر ۲)

عیسائیوں کی تبلیغی کوشش

عیسائیوں کی تبلیغی کوشش دنیائے اسلام آج مسیحیت کو قبول کرنیکے لئے اسقدر تیار ہے کہ پہلے کبھی اس قسم کی تیاری انکے اندر نہیں پائی گئی۔ کل اسلامی آبادی میں سے جو ۲۳ کروڑ چالیس لاکھ تک پہنچتی ہے۔ وہ حصہ جو ہر قسم کے طریق تبلیغ سے مسیحیت کے اندر آجانے کیلئے تیار ہے پہلے سے کسی طرح کم نہیں۔ اور مسیحیت کی طرف مسلمانوں کے رجحان کی رپورٹیں آئے دن ابی سینیا سے (جہاں اب قریباً سات ہزار انسان اسلام میں سے مسیحیت کے اندر آچکے ہیں) فارس اور دوسرے مقامات سے آتی رہتی ہیں۔ جاوا میں سینتیس ہزار مسلمان مسیحیت کے اندر داخل ہو چکے ہیں۔ اور سومالی لینڈ آٹھ ہزار۔ افریقہ اور ہندوستان کی حالت کو لو نائیجیریا اور اسکے جنوبی حصہ میں بالخصوص ہزارہا انسان بپتسمہ کے ذریعہ کلیسیا کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ گذشتہ چرچ مشنری سوسائٹی کے ذریعہ سے افریقہ کے اس حصہ میں ۱۲۷۰۰ انسانوں نے بپتسمہ لیا۔ ہندوستان میں بھی یہی حالت ہے۔ جنوبی ہندوستان کے تلیگو مشن کے ذریعہ سے گذشتہ پانچ سالوں میں مسیحیوں کی تعداد دوگنی ہو گئی ہے۔ ہمارے کلیسیا سے جنکا تعلق ہے انکی تعداد

اب ۶۸۰۰۰ ہے اور تمام کلیسیاؤں سے تعلق رکھنے والوں کی ۳۲۰۰۰۰ تین لاکھ بیس ہزار" (چرچ مشنری ریویو ریورنڈ سی ایف سیول)

نمبر ۳

اسلام کی طاقت

"اسلام فی الحقیقت ایک نہایت طاقتور تبلیغی مذہب ہے۔ وہ مسیحیت پر غالب آنیکا دعویدار ہے۔ بعض موقعات پر اس نے بے نظیر طریق سے مسیحیت کو شکست فاش دی ہے۔ کلیسیا کے لئے عملی طور پر یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ اسکو علیحدہ چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ مذہب کلیسیا پروگرام کے لئے ایک دائمی سنگ راہ ہے۔ وہ کلیسیا کے دعاوی کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہے اور مسیحؑ کی اطاعت سے لوگوں کو نکالکر محمد (صلی اللہ علیہ سلم) کی طرف لئے چلا جا رہا ہے۔ جنکی تعداد ہمیں بتایا گیا ہے کہ بعض جگہوں پر سینکڑوں تک پہنچی ہے۔" (چرچ ٹائمز ۲۶ مارچ)

نمبر ۴

عیسائیت عرب میں

"دو دلی فرانسسکو جس نے سب سے پہلے عرب میں ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی کوئی خاص سیاسی قابلیت نہ رکھتا تھا ××× اب کلیسیا کی مرضی سے ملک عرب میں ایک اپاستالک مشن قائم ہو گیا ہے ۱۹۲۲ء کی مردم شماری کی رو سے عرب میں ۸۹۹ افراد کیتھولک مذہب میں داخل ہو چکے ہیں اور ۲۸۹ یورپین۔ ہندوستانی اور افریقی کیتھولک اسکے علاوہ ہیں۔ بلاشک ہمارے مشنری اسلامی دنیا کے قلب میں گھس کر صلیبی پیغام پہنچا رہے ہیں جو ایک نہایت ہی ہیبت ناک کام ہے اسوقت اس ہراول دستے میں جو عرب کے دروازہ یعنی عدن میں مقیم ہو چکا ہے چار پادری، تین راہب اور بارہ کنواریاں شامل ہیں۔ اور یہ اس تعداد میں شامل نہیں، مگر وہ انہی کی محنت اور کارگذاری کا نتیجہ ہے خداوند نے انکو عرب کے ریگستانوں میں رائی کے دانہ کی طرح جو بے شمار پھل لاتا ہے بو دیا ہے۔" (پوپ کا رسالہ)

نمبر ۵

مسلمانوں کی علمی ترقیات سپین میں

"نہ صرف کارڈووہ کے باغات اور محلات ہی خوبصورت اور شاندار تھے بلکہ جو چیز سب سے زیادہ قدر و قیمت رکھتی ہے یعنی علوم و فنون۔ اسکی بھی کارڈووا میں کمی نہ تھی۔ ظاہری شان و شوکت کے ساتھ معنوی اور دماغی کمالات کا بھی مرکز تھا۔ سپین کے پروفیسروں اور اساتذہ نے تمام یورپ کی تعلیم و تربیت کا اسکو صدر مقام بنا دیا تھا۔ یورپ کے تمام حصوں سے طلباء کارڈووا کے فضلا کی خدمت میں حاضر ہو کر زانوئے شاگردی تہ کرتے تھے۔ سائنس کا ہر ایک صیغہ نہایت تدقیق و تفتیش سے پڑھا جاتا تھا علم طب کے اندر اندلوشیا کے جراحوں اور

ڈاکٹروں نے اپنی ایجادات سے ایسے ایسے مفید اضافے کیئے جو ایام گولن سے لیکر اب تک جو کئی صدیاں گذر گئی ہیں معرض ظہور میں نہیں آئے تھے۔ علم ہیئت۔ علم جغرافیہ۔ علم کیمیا۔ علم تاریخ کارڈوا میں بڑی سرگرمی سے مطالعہ کیئے جاتے تھے۔ علم ادب میں انہوں نے ایسی ایسی موشگافیاں کی تھیں کہ شعر بچے بچے کی زبان پر جاری تھے حتیٰ کہ کوئی مکالمہ یا تقریر جسکے اندر شعر و شاعری کی چاشنی نہ ہو مکمل نہیں سمجھی جاتی تھی ‘‘ (لین پول انگریز مورخ)

(نمبر ۶)

قرآن شریف کی صداقت

میں نے اپنے ایک دوست کو ایک صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے سُنا جو ایک جہاز پر افسر تھے۔ انہوں نے قرآن شریف کو پڑھا تو اسپر حیرت و استعجاب کے دریا میں غرق ہو گئے کہ ایک خشکی کا باشندہ سمندر کے مختلف حالات کو اس عمدگی اور صحت کے ساتھ کیونکر بیان کر سکتا ہے اسکے بعد انکو قرآن شریف کے منزل من اللہ ہونیکا یقین ہو گیا۔ اور مزید مطالعہ کے بعد وہ مسلمان ہو گئے۔ آجکل وہ بحری افسانے لکھکر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں (دنیائے اسلام)

(نمبر ۷)

ترکی خواتین کے موجودہ حالات

’’پچیس ترکی خواتین جو نہایت حسین و جمیل ہیں آج لندن کے بازاروں میں سیر کرتی ہوئی نظر آئیں ان میں چند نہایت زبان دان عورتیں شامل ہیں ایک خاتون سے اخبار کے ایک نمایندہ نے ملاقات کی جس نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ترکی میں ہم سب خواتین سر کے بال یورپین وضع میں قطع کراتی ہیں اور ہم بالکل اسی طرح سے زندگی گذارتی ہیں جیسے انگلستان کی عورتیں رہتی ہیں‘‘ (اخبارات لنڈن)

(نمبر ۸)

دروزی عقائد کا پرتو اہل بہاء پر

الحاکم باللہ کو مکمل ترین مظہر ذات الٰہی اور اصلی خدا مانتے ہیں۔ اس حد تک کہ الحاکم کے مجنونانہ احکام و مظالم کا بھی لحاظ نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ بھی خدائی الوہیت ’’کل یوم ھو فی شان‘‘ کا نمونہ ہے۔ مگر بظاہر اُن میں مذہب کا بہت کم حصہ خیال ہے۔ مسلمانوں میں ہوتے ہیں تو اپنے کو مسلمان اور مسیحیوں میں جاتے ہیں تو اپنے کو مسیحی بتا دیتے ہیں اُنکی مسجدوں اور عبادت خانوں کو ڈھونڈھیئے تو کہیں پتہ نہ لگیگا۔

اسمٰعیلی مذہب اس عقیدے پر مبنی تھا کہ خدائے تعالیٰ ہمیشہ ہر عہد میں پیکر انسانی میں ظاہر ہوتا رہا۔ جو خیال کہ غالباً ہندو اور بودھ طریقوں سے ماخوذ تھا۔ اس عقیدے کو دروزیوں نے نہایت صدق عقیدت

اور استقلال کے ساتھ اختیار کرلیا۔ چنانچہ اس مسلک کی بنا پر انہوں نے دعویٰ کیا کہ الحاکم بامراللہ وحدت الٰہی کا کامل ترین مظہر تھا۔ اور اسی اعتقاد کی بنا پر حمزہ نے اپنے مذہب دروز کو "مذہب توحید" بتایا ہے۔ چنانچہ علانیہ الحاکم کی پرستش کی جاتی ہے۔ اور وہ "ہمارا خداوند خدا" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کا سب سے پچھلا اور سب سے افضل و اعلیٰ اور مکمل ترین مظہر ہے۔

الحاکم کے خدا ہونے کے بعد اُنکا اعتقاد ہے کہ اسکے بعد پانچ امام ہیں جو مذکورہ بالا اصول کی ذات ربانی کے مظاہر ہیں۔ پہلا علم و دانائی کا مظہر ہے جو سارے عالم ہستی کی دانائی کا بانی ہے اُسکو وہ اپنی اعتقادی اصطلاح میں "عقل" کہتے ہیں۔ دوسرا مظہر روح مطلق ہے جو زندگی کا موجد ہے اُسکو وہ "نفس" کہتے ہیں۔ ان دو نو مظاہر کے متعلق جو مباحث اُنکی کتابوں میں درج ہیں وہ مسائل فلسفہ سے ماخوذ ہیں۔ تیسرا امام کلام اور گویائی کا مظہر ہے۔ اسکو "حکمہ" کہتے ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ روح مطلق سے بتوسط دانائی برآمد ہوا۔ چوتھے امام کو اپنی اصطلاح میں "دست یمین اور پانچویں امام کو "دست یسار"

ان پانچوں اماموں کے ماتحت اُنکے اعتقاد میں نیچے درجے کے مقتدا ہیں جو تین قسموں میں بٹے ہوئے ہیں۔ اور یہ لوگ ذات الٰہی کے مظاہر نہیں مانے جاتے۔ انہیں اوّل علماء۔ دوسرے واعظین اور تیسرے سرگروہان قبائل ہیں۔ (دلگداز)

(نمبر ۹)

نٹشے اور فلسفۂ اسلام

نٹشے کے نزدیک افعال کی نیکی و بدی کا دار و مدار اُنکے نتائج پر ہے۔ ارادہ و نیت سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کا خیال ہے۔ کہ شاندار نتائج کے حصول میں ہر قسم کے مناسب و نامناسب ذرائع استعمال کیئے جا سکتے ہیں۔ انسان کو ذرائع پر نہیں بلکہ صرف نتائج پر نظر رکھنی چاہیئے۔ اور جب تک کسی فعل کا انجام اچھا ہے۔ آغاز کی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ نٹشے اس خیال پر بیحد زور دیتا ہے اور کہتا ہے کہ شاندار نتائج کے لئے ارتکاب جرم لابدی ہے۔ بغیر جرائم کے دنیا میں کوئی بڑا کام نہیں ہو سکتا اور انسان اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج جو حاصل کر سکتا ہے۔ وہ صرف جرائم کی بدولت۔

اسکے برخلاف مقننین اخلاق کا ایک گروہ افعال کی نیکی و بدی کی بنیاد نتائج کی بجائے فاعل کے ارادہ و نیت پر قائم کرتا ہے۔ اس گروہ کا خیال ہے کہ اگر انسان نے کوئی فعل اچھی نیت سے کیا تو خواہ اسکے نتائج بُرے کیوں نہ ہوں وہ فعل اچھا کہلائیگا۔ اور فاعل لائق تحسین ہوگا۔

اسلام کو دیگر مذاہب عالم پر جو فوقیت حاصل ہے اسکی سب سے بڑی وجہ اسکی جامعیت ہے۔ اسلام ایسے یکطرفہ فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا۔ اسلام کی نظر میں ہر دو نظریئے ناقص اور غیر مکمل ہیں۔

جمہور ائمۂ اسلام کے خیال کے مطابق افعال کی تحسین و تقبیح عموماً نیت۔ ذریعہ اور نتیجہ تینوں کے مجموعہ پر موقوف ہے۔ افعال کی نیکی و بدی کے لئے نتائج کی اچھائی اور برائی یا صرف فاعل کی نیک نیتی و بدنیتی کافی نہیں ہے۔ (معارف)

(نمبر ۱۰)

صوفیوں کا حملہ نماز پر

یہ بھی مذکور ہے کہ جب رابعہ مکہ کے قریب پہنچی تو کعبہ آپ کے استقبال کیلئے آیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ "مرا رب البیت می باید بیت را چہ کنم"

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب سلطان ابراہیم ادہم علیہ الرحمۃ چودہ سال کی طول و طویل مسافت طے کرنیکے بعد مکہ معظمہ میں پہنچے اور فرمایا کہ دوسرے لوگ یہ راہ قدموں سے طے کرتے ہیں۔ اور میں نے یہ راستہ آنکھوں سے طے کیا ہے۔ اور قدم قدم پر دو رکعت نفل ادا کیئے ہیں۔ مگر اسکے باوجود بھی مجھے کعبہ نظر نہیں آتا۔ شائد میری آنکھوں میں کچھ خلل ہے۔ ہاتف نے آواز دی کہ "چشم ترا خلل نہ رسیدہ اما کعبہ باستقبال ضعیفہ رفتہ است۔ کہ روئے بایں خانہ دارد" اتنے میں سلطان ابراہیم ادہم کی نظر حضرت رابعہ بصری پر پڑی۔ اور آپنے یہ بھی دیکھا کہ کعبہ اپنی جگہ پر قائم ہے۔ آپنے فرمایا کہ "اے رابعہ ایں چہ شور است کہ درجہان افگندہ" جسکے جواب میں حضرت رابعہ نے فرمایا کہ "شور تو تم نے جہان میں ڈالدیا ہے۔ چودہ سال کی مدت مدید میں تم کعبہ تک پہنچے ہو" ابراہیم نے فرمایا کہ "میں نے یہ چودہ سال نماز میں بسر کیئے ہیں" رابعہ نے کہا کہ "تم نے یہ راستہ نماز میں قطع کیا ہے اور میں نے نیاز میں" (تصوف)

(نمبر ۱۱)

صوفیوں کی نئی شریعت بمقابلہ اسلام

انسان اپنے دلکو جمیع خطرات و حدیث نفس سے خالی کرکے شیخ کی صورت بادب تمام حاضر کرے۔ زبان کو تالو سے لگائے اور قلبِ صنوبری کی طرف جو زیر پستانِ چپ بفاصلہ دو انگشت واقع ہے متوجہ ہو۔ اور اسم مبارک "اللہ" "اللہ" بلا کسی بناوٹ کے زبان و دل سے کہے بغیر اسکے کہ صورت دل کا تصور کیا جائے یا سانس بندکی جائے بلکہ تنفس بدستور آتا جاتا رہے اور ذکر بجائے خود قائم رہے جب پچیس مرتبہ کہہ لے۔ تو زبان سے کہے "الٰہی تو میرا مقصود ہے۔ تو اپنی رضاء اپنی محبت و معرفت مجھے عطا کر" یہ لطیفہ زرد رنگ زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام ہے۔ جسکو اس لطیفہ کے ذریعہ وصول ہوتا ہے اسکو "آدمی المشرب" کہتے ہیں۔ بعد ازاں بطریق متذکرۂ لطیفہ روح سے کہ اسکا محل زیر پستانِ راست ہے ذکر کرنا چاہیئے۔ یہ لطیفہ برنگ سرخ زیر قدم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اس لطیفہ سے جسکو وصول ہوتا ہے وہ "ابراہیمی المشرب" کہلاتا ہے۔ بعدش سر سے ذکر شروع ہوگا۔ یہ لطیفہ برنگ سفید زیر قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ اور اسکا واصل "عیسوی المشرب" ہے۔ اس کے بعد خفی سے آغاز ذکر کیا جائے۔ یہ لطیفہ برنگ سیاہ زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے۔ اور اسکا واصل "موسوی المشرب" کہلاتا ہے۔ بعد ازاں "اخفیٰ" سے ذکر ہوگا۔ یہ لطیفہ سبز رنگ زیر قدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسکے واصل کو "محمدی المشرب" کہتے ہیں۔ ان اذکار کے بعد لطیفۂ نفس سے جسکا محل پیشانی ہے۔ ذکر کرتے ہیں۔ اور اسکے بعد لطیفۂ قالب ہے جسکی جگہ تمام بدن ہے ذکر کیا جاتا ہے۔ چاہیئے کہ ہر بن مو سے ذکر جاری ہو جائے۔ اور یہی سلطان الاذکار ہے۔ (تصوف)

احباب کرام کی خاص توجہ کے لئے

ریویو آف ریلیجنز اُردو کے بقایا سنہ ۱۹۲۵ء تک وصول کرنے اور توسیع اشاعت کیلئے ہم نے منشی محمد حسین صاحب کو مفصلات میں بھجوایا ہے امید ہے احباب کرام پوری توجہ و مہربانی سے کام لیکر اپنے اپنے ذمہ کا بقایا صاف کر دینگے۔ جو رقم دیجائے اسکی نسبت دفتر میں اطلاع اُسی روز بھجوائی جائے۔

۲۔ احمدیہ گزٹ ماہوار جسمیں صیغہ جات صدر انجمن کی ماہواری مصدقہ رپورٹیں شائع ہوتی ہیں۔ قابل دید ہے صرف ایک روپیہ میں احمدی مبائعین اسے حاصل کر سکتے ہیں۔ ایک روپیہ منی آرڈر کر کے درخواست بھجوائیں۔

۳۔ ہم نے احباب سے درخواست کی تھی کہ پانسو خریدار مزید اُردو ریویو کا ہو جائے تو اس کا خرچ کم از کم آمد کے برابر ہو جائے۔ اسکے لئے جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کی ایک اپیل فرداً فرداً بھی دوستوں کو بھجوائی گئی لیکن صرف بیس احباب نے اسکا عملی جواب دیا ہے باقی سب خاموش ہیں کیا میں امید کروں کہ اس مہینے کے اندر اندر یہ تعداد پوری ہو جائیگی ؂

بقایا داران ریویو اُردو

جن دوستوں کا چندہ سالانہ اگست میں ختم ہوتا ہے یا جن بھائیوں نے ابھی تک سنہ ۱۹۲۶ء کا چندہ ادا نہیں کیا بحالیکہ دسمبر سنہ ۱۹۲۵ء تک ان کا چندہ ختم ہو چکا ہے اور ان کے نام سے وی پی بھی انکاری واپس آچکا ہے ان سب کے نام اگلا رسالہ نومبر کا وی پی کیا جائیگا۔ امید ہے وصول فرما کر مشکور فرمائینگے ؂

دنیائے اِسلام لاہور سے یہ رسالہ ماہوار خوشخط عمدہ کاغذ پر مفید ملک و ملت مضامین کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ جناب منشی دوست محمد صاحب اسکے مدیر مسئول ہیں اور مولوی مصطفٰے خان صاحب بی اے سرپرست۔ اس کے بعض اقتباسات اس رسالہ میں موجود ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ رسالہ ترقی کریگا۔ قیمت سالانہ چار روپے۔ کشمیری بازار لاہور منیجر "دنیائے اِسلام" سے درخواست کیجائے۔

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادار الامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز
اردو رسالہ

ایڈیٹر - قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۱۰ | اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء مطابق ربیع الاول سنہ ۱۳۴۵ھ | جلد ۲۵

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے شائع کیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ　　نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

ایک نہایت ضروری اعلان

برادران! السلام علیکم۔ میں اس اعلان کے ذریعہ تمام ایڈیٹران۔ نامہ نگاران و مصنفین سلسلہ احمدیہ کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ جو اختلافات سلسلہ میں کسی نہ کسی سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بعض دفعہ مبائعین بھی گو جواباً ہی کیوں نہ ہو ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے مسئلہ کی تحقیق پر کچھ اثر نہیں پڑتا صرف دوسرے کی دلآزاری ہوتی ہے۔ گو جواباً بعض دفعہ سختی کرنا ایک قسم کا علاج ہی ہوتا ہے۔ لیکن موجودہ زمانہ میں جبکہ دنیا کی نگاہیں خاص طور پر ہماری طرف لگی ہوئی ہیں۔ لوگوں میں یہ امر جماعت کی سُبکی کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور یہ میں بارہا بتا چکا ہوں کہ دنیا اخلاق سے فتح ہو سکتی ہے۔ نہ کہ ہمارے زوردار الفاظ سے۔ اس لئے آیندہ کے لئے میں اپنے تمام احباب کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ جواباً بھی کوئی ایسا کلمہ اپنی تحریرات میں درج نہ کریں۔ جس سے کسی پر ان سے ادنیٰ ذاتی حملہ بھی ہوتا ہو۔ بلکہ صرف مسائل کی تحقیق سے کام لیں۔ چونکہ کسی فریق کے حد سے بڑھ جانے پر بعض دفعہ الزامی جواب کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔ اس لئے میں سردست اس اعلان کو تین ماہ کی مدت سے مشروط کرتا ہوں۔ اس تین ماہ کے عرصہ میں تو خواہ کوئی حالات بھی پیش آئیں اور الزامی جواب نہ دینے سے نقصان بھی ہو تب بھی اس اعلان کو قائم رکھا جائیگا۔ لیکن تین ماہ کے بعد یہ دیکھا جائیگا کہ آیا دوسرے فریق نے کوئی اصلاح کی ہے یا نہیں۔ اگر اسکا رویہ درست ہوا یا ایسا اشتعال انگیز نہ ہوا۔ کہ جس کی وجہ سے الزامی جوابات کی ضرورت پیش آئے تو پھر اس اعلان کی مدت کو لمبا کر دیا جائیگا۔ ورنہ دوبارہ اعلان کر کے مجبوری کی وجہ سے اس اعلان کو منسوخ کر دیا جائیگا۔ میں دوستوں کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر کسی مصنف یا مؤلف یا مضمون نویس نے اسکے خلاف عمل کیا اور اسکے اس فعل کی طرف مجھے توجہ دلائی گئی۔ تو میں تحقیقات کے بعد ایسے شخص کے خلاف اظہار نفرت کرنے پر مجبور ہونگا۔ پس میری محبت اور میری رائے کی قدر کرنے والے دوستوں کو اپنی تحریرات میں خود ہی ہوشیار رہنا چاہیئے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ایسے سامان پیدا کر دے۔ کہ ہمیں آیندہ کبھی اس اعلان کو منسوخ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے ؛

۱۷ ۲۶/۹　**مرزا محمود احمد**

مکرر یہ کہ یہ اعلان مولوی غلام حسن صاحب پشاوری مولوی محمد علی صاحب کے پاس لے گئے تھے۔ جنہوں نے اسے پڑھ کر ایک اعلان پیغام صلح کو بھی اس مضمون کا بھجوایا ہے۔ اس خیال سے کہ یہ معلوم کر کے کہ دوسرا فریق بھی اس امر کو پسند کرتا ہے۔ طبائع میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نے ہدایت کی ہے کہ الفضل میں بھی جلد سے جلد اسے شائع کر دیا جاوے ؛

۱۷ ۲۶/۹　**مرزا محمود احمد**

گوشت خوری پر علمی نظر

(گذشتہ سے پیوستہ)

تشریح الابدان سے گوشت خوری پر استدلال

کیا گوشت خوری طبعی غذا ہے

ہر شخص کے دل میں طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا گوشت انسان کی طبعی غذا ہے اس سوال کے جواب میں ہمیں کسی ڈاکٹر یا حکیم کی رائے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اسکا طریق فیصلہ آسان ہے۔ کسی جاندار کی طبعی غذا معلوم کرنے کے لئے ہمیں اسکے ان اعضاء کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ جو غذا کے انہضام میں کام آتے ہیں۔ طبعی خواص کے لحاظ سے مخلوقات کی کوئی دو جماعتیں برابر نہیں۔ ہر ایک جماعت کے وظائف اور افعال جدا ہیں۔ اور یہ اختیاری نہیں بلکہ فطری ہیں۔ مثلاً مچھلیاں پانی میں تیرتی ہیں۔ پرندے ہوا میں اڑتے ہیں۔ بکری گھاس کھاتی ہے۔ شیر گوشت کھاتا ہے۔ ہر جماعت کے فرائض جداگانہ ہیں اور قدرت نے بھی انکو اسی قسم کے اعضاء دیئے ہیں۔ جو انکے مناسب حال ہیں۔ مثلاً بکری کو سخت اور مضبوط ڈاڑھیں دی ہیں۔ جن سے وہ نباتاتی غذا کو خوب چبا سکے۔ شیر کو تیز اور نوکیلے دانت دیئے ہیں۔ جن سے وہ گوشت کو چیر پھاڑ سکتا ہے۔ سرد ملک کے جانوروں کو لمبے لمبے بال دیئے ہیں۔ تاکہ سردی سے بچاؤ کر سکیں۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو اسکے طبعی افعال و وظائف کے لحاظ سے اعضاء دیئے ہیں۔ اور اسکے خلاف کرنا فطرت کا مقابلہ ہے۔ مثلاً اگر گھاس کھانا چاہے۔ اور بکری گوشت کھانے کی کوشش کرے۔ تو یہ ایک خلاف فطرت بات ہوگی۔ ساخت اعضاء سے ان کے افعال پر استدلال کرنے کا طریق نہایت صحیح مانا گیا ہے۔ اور اسکے مقابلہ میں کسی ڈاکٹر کی ذاتی رائے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ غذا کو ہضم کرنے والے اعضاء تین ہیں۔ اوّل۔ دانت۔ دوم معدہ۔ سوم۔ آنتیں۔ اب ہم گوشت خوروں اور سبزی خوروں

کے ان اعضاء کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور پھر انسان کے ان اعضاء کا مطالعہ کرکے اُنکے متعلق استدلال کرینگے۔

گوشت خور جانوروں کے اعضائے ہضم

۱۔ دانت۔ ان کے مُنہ میں چار تیز نوکیلے نشتر دانت ہوتے ہیں۔ جو غذا کے چیرنے پھاڑنے کے کام آتے ہیں۔

۲۔ جبڑے۔ گوشت خوروں کے جبڑوں کی حرکت صرف اوپر نیچے ہو سکتی ہے۔ دائیں اور بائیں نہیں ہو سکتی۔ یعنی چیز کو صرف کاٹ سکتے ہیں۔ اور جگالی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جگالی کے لئے دائیں بائیں قینچی نما حرکت ضروری ہے۔

۳۔ معدہ۔ ان کے معدہ کی ساخت سادہ تھیلی نما ہے۔ اور چھوٹا ہوتا ہے۔

۴۔ آنتیں۔ گوشت خور جانوروں کی آنتیں زیادہ لمبی نہیں ہوتیں۔ مثلاً شیر کی آنت جسم سے صرف چار گنا لمبی ہوتی ہے۔

سبزی خوروں کے اعضائے ہضم

۱۔ دانت۔ انکے مُنہ میں نشتر دانت نہیں ہوتے۔ بلکہ مضبوط ڈاڑھیں ہوتی ہیں۔ جن سے غذا کو خوب چبایا اور پیسا جاتا ہے۔ غذا کو کاٹنے کا کام یہ جانور ہونٹوں سے لیتے ہیں۔ جو بوجہ نرم ہونے کے آسانی سے کٹ جاتی ہے۔

۲۔ جبڑے۔ سبزی خوروں کے جبڑوں کی حرکت صرف دائیں۔ بائیں قینچی نما ہو سکتی ہے۔ اور اوپر نیچے نہیں ہو سکتی۔ یہ غذا کو دانتوں سے کاٹ نہیں سکتے۔ ہاں بخوبی پیس سکتے ہیں۔

۳۔ معدہ۔ ان کا معدہ خانہ دار ہوتا ہے۔ اور بہت بڑا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے چار خانے ہوتے ہیں۔ یہ اسلئے کہ چونکہ سبزی میں غذائیت کم ہوتی ہے۔ اسلئے نیچر یہ چاہتی ہے کہ غذا معدہ میں دیر تک رہے۔ تاکہ اس میں سے جتنی غذائیت ہو سکے نکل آئے۔ اسکے برخلاف گوشت خوروں کی غذا ٹھوس اور مقوی ہوتی ہے۔ اور اس میں غذائیت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے ان کا معدہ چھوٹا اور سادہ تھیلی نما بنایا ہے۔ تاکہ غذا جلدی معدہ سے نکل جائے۔ اور جانور بھدا اور سست نہ رہے۔ جو غذا کے انہضام کے وقت خون اور عصبی طاقت کے خرچ ہونے کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔

۴۔ امعاء۔ سبزی خور جانوروں کی آنتیں بہت لمبی ہوتی ہیں۔ مثلاً بھیڑ کی آنت جسم سے ۲۷ گُنا لمبی ہوتی ہے۔ اسکی بھی وہی وجہ ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے کہ سبزی میں غذائیت کم ہوتی ہے اس لئے وہ زیادہ کھانی پڑتی ہے۔ اور انہضام میں دیر لگتی ہے۔ اور لمبا عرصہ امعاء میں رہنا پڑتا ہے۔ تاکہ غذائیت نکل سکے۔

اب ہم انسان کے ان اعضاء کا حال دیکھتے ہیں:۔

انسان کے اعضائے ہضم دونو کے مابین ہیں

۱-**دانت**- انسان کے منہ میں گوشت خور کی طرح کچلیاں بھی ہیں مگر چھوٹی- اور سبزی خور کی طرح ڈاڑھیں بھی ہیں- مگر اُتنی مضبوط نہیں-

۲-**جبڑے**- انسان کے جبڑے میں اوپر نیچے حرکت ہو سکتی ہے- اور دائیں بائیں بھی- یعنی یہ غذا کو کاٹ بھی سکتا ہے- اور چبا بھی سکتا ہے-

۳-**معدہ**- انسان کا معدہ نہ تھیلی نما ہے- نہ خانہ دار بلکہ دونو کے مابین ہے-

۴-**آنتیں**- اسکی آنتیں نہ بہت چھوٹی ہیں- نہ بہت لمبی- بلکہ وسطی ہیں- چنانچہ انسان کی آنتیں جسم کی لمبائی کا چھ گنا ہوتی ہیں-

اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان اعضائے ہضم کی ساخت گوشت خور اور سبزی خور دونو سے ملتی ہے- اس سے ثابت ہوا- کہ انسان طبعی طور پر گوشت خور بھی ہے- اور سبزی خور بھی- اسکے لئے لفظ ہمہ خور بہت موزون ہے- جسکو آمنی وورس کہتے ہیں

ہم مانتے ہیں کہ میوہ جات انسان کو بہت مرغوب ہیں- مگر صرف ان پر زندگی بسر کرنا مشکل ہے- کیونکہ پوری غذائیت حاصل کرنے کے لئے انکو اتنی زیادہ مقدار میں کھانا پڑتا ہے کہ ہاضمہ بگڑ جاتا ہے- لہذا نباتاتی اور حیوانی مخلوط غذا انسان کی طبعی غذا ہے- گوشت خوروں کا یہ کہنا کہ صرف گوشت میں طاقت ہے- اور اسکے ثبوت میں شیر اور چیتا کی مثال دینا- اور سبزی خوروں کا یہ کہنا کہ صرف سبزی میں طاقت ہے- اور اسکے ثبوت میں ہاتھی اور گینڈا کی مثال دینا- نیز بعض کا یہ کہنا کہ بندر جو انسان کے مشابہ ہے- چونکہ گوشت نہیں کھاتا- اسلئے انسان گوشت خور نہیں- ہر سہ اقوال قابل تسلیم نہیں- بلکہ یہ محض ایک دوسرے کا جواب ہیں-

اصل بات یہ ہے کہ انسان کسی ایک غذا کا محتاج نہیں- اور یہ بھی اسکے اشرف المخلوقات ہونے کی ایک دلیل ہے- انسان موقع و محل کے مطابق ہر غذا سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے- جبھی تو اللہ تعالیٰ اپنی حکیم کتاب میں فرماتا ہے- کلوا واشربوا ولا تسرفوا- سبزی اور گوشت ہر چیز سے فائدہ اُٹھاؤ مگر اسراف نہ کرو- یعنی کسی ایک غذا میں زیادتی نہ کرو-

مگر حیوانوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی- اگر گوشت خور جانور کو سبزی پر گذارہ کرنا پڑے تو وہ چند دن میں بھوک سے مرجائے- اسی طرح سبزی خور کو اگر گوشت دیا جائے- تو وہ نہیں کھا سکیگا-

غذا کا اخلاق پر اثر

یہ مسلّم امر ہے کہ غذا کا انسان پر اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ معدنی۔ نباتاتی اور حیوانی اغذیہ اپنی اپنی تاثیر کے مطابق جسم پر اثر کرتی ہیں۔ جسم پر اثر کے تو سب قائل ہیں۔ مگر دنیا نے ابھی تک اس حقیقت کو نہیں سمجھا۔ کہ اخلاق کے ساتھ بھی غذا کا گہرا تعلّق ہے۔ اور یہ امر حیوانی غذا پر خاص طور پر صادق آتا ہے۔ جس جانور کا گوشت استعمال کیا جائے۔ اسکے مخصوص خواص اور عادات انسان میں ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مردار۔ خون اور خنزیر کو حرام کر دیا۔ (تفصیل کے لئے دیکھو۔ غذا کا انسان کی صحت اور اخلاق پر اثر۔ ریویو آردو بابت ماہ جولائی ۱۹۲۵ء) انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لئے اسکو چاہیئے کہ اپنے تمام فطری قویٰ کو ترقی دینے کے لئے ہر قسم کی غذا استعمال کرے۔ سوائے انکے جو اسکے جسم اخلاق اور روح پر بُرا اثر ڈالنے والی ہوں۔ اس اصل کے ماتحت ضروری ہے کہ انسان سبزی اور گوشت دونو کا استعمال کرے۔ کیونکہ بعض اخلاقی خوبیاں سبزی کھانے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور بعض گوشت کھانے سے حاصل ہوتی ہیں۔ مثلاً سبزی کھانے سے

فطری قویٰ پر سبزی اور گوشت کا جداگانہ اثر

انسان میں۔ نرمی۔ حلم۔ صبر اور برداشت کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور گوشت کھانے سے بہادری۔ شجاعت۔ حوصلہ۔ غیرت اور وقار کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اس امر کا ثبوت ہمیں نہ صرف سبزی خور اور گوشت خور جانوروں کے خواص سے ملتا ہے۔ بلکہ طب کی رو سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ انسان کو چاہیئے۔ کہ سبزی اور گوشت دونو کا استعمال کرے۔ تاکہ سب صفات اس میں جمع ہو جائیں اور انسان موقع اور محل کے مطابق ان سب کا استعمال کر سکے۔

اس کے متعلّق ایک اور بات یاد رکھنی ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان دونو غذاؤں میں اسراف سے کام نہ لیا جائے۔ یعنی نہ زیادہ گوشت خوری پر زور دیا جائے۔ اور نہ سبزی خوری پر۔ ہاں ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ اگر اسکے خلاف کیا گیا۔ تو نقصان ہوگا۔ کیونکہ گوشت خوری پر ناروا زور دینے سے انسان جوشیلا اور سخت دل ہو جاتا ہے۔ اور سبزی پر زیادہ زور دینے سے انسان بزدل اور کم ہمت ہو جاتا ہے لیکن اگر دونو کو ملا کر حدِّ اعتدال کے اندر استعمال کیا جائے۔ تو دونو کی خوبیاں انسان میں جمع ہو جائینگی۔

سبزی خوروں اور گوشت خوروں کا مقابلہ

اس امر کے ثبوت میں کہ سبزی خوری اور گوشت خوری کا ہمارے جسم اور دماغ پر جداگانہ اثر پڑتا ہے۔ ہم سبزی خور

اور گوشت خور قوموں اور حیوانوں کا مقابلہ کرکے دکھلاتے ہیں۔

مشہور فلاسفر ہربرٹ سپنسر اپنی کتاب "تعلیم" میں تحریر کرتے ہیں۔ "اس میں کوئی شک نہیں کہ بچوں کی پرورش صرف نباتاتی غذا پر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ کئی سفید پوش اپنے بچوں کو بہت کم گوشت کھانے کو دیتے ہیں۔ اور باوجود اسکے انکا جسم بڑھتا ہے۔ اور ان کی صحت درست معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح مزدور پیشہ زمیندار لوگوں کے بچوں کو گوشت شاذ و نادر ہی نصیب ہوتا ہے۔ اور وہ بلوغت کو پہنچ جاتے ہیں۔ مگر یاد رکھو کہ یہ سب امور مغالطہ میں ڈالنے والے ہیں۔ اسلئے کہ اگر یہ بچے اوائل عمر میں روٹی اور آلو پر پل جاتے ہیں۔ تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ وہ جوانی پر پہنچ کر بڑے جسیم اور اعلیٰ ڈیل ڈول والے نوجوان بن جائینگے۔ ولایت کے مزدور پیشہ زمیندار اور رؤسا یا فرانس کے درمیانہ اور نچلے درجہ کے لوگوں کا مقابلہ ہرگز اس امر کی تائید میں نہیں کہ سبزی سے اعلیٰ پرورش ہو سکتی ہے۔ اسکے علاوہ بچوں کی پرورش میں صرف جسامت کا سوال نہیں بلکہ طاقت اور شجاعت کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔

موٹاپن صحت کی علامت نہیں

یوں تو نرم اور ڈھیلا گوشت۔ سخت اور مضبوط پٹھوں سے ملتا جلتا ہے۔ مگر طاقت کے مقابلہ میں نمایاں فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ نوجوانوں میں فربہی کمزوری کی علامت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اگر ورزش کریں تو اُن کا وزن بہت کم ہو جاتا ہے۔ پھر عضلات کی جسامت کے علاوہ دماغی اور عصبی طاقت کا بھی لحاظ ضروری ہے۔ گوشت خوروں کے بچے سبزی خوروں کے بچوں سے دماغی اور عصبی طاقت میں بہت زیادہ ہوتے ہیں اسی لئے جسمانی اور دماغی طاقت میں زمینداروں کے بچے رؤسا کے بچوں سے بہت ادنیٰ درجہ پر ہوتے ہیں۔"

مختلف حیوانوں پر غذا کا اثر

اگر ہم مختلف قسم کے حیوانوں یا مختلف قوموں کا مقابلہ کریں۔ یا انہیں حیوانوں اور انسانوں کو مختلف اغذیہ دیکر مقابلہ کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ طاقت اور شجاعت ہماری خوراک کی غذائیت پر منحصر ہے۔ مثلاً گائے جو نہایت ہلکی غذا گھاس کھاتی ہے۔ اور بوجہ غذائیت کے کم ہونے کے اُسے بہت زیادہ مقدار میں کھانا پڑتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اعضاء انہضام بڑھ جاتے ہیں۔ جسم کے مقابلہ میں ٹانگیں چھوٹی ہیں۔ جسم بوجھل ہے۔ اور اس بوجھل جسم کو اُٹھانے اور غذا کو ہضم کرنے میں بہت سی طاقت خرچ ہو جاتی ہے۔ اور یہ حیوان کاہل اور سست ہے۔ اسکے ساتھ گھوڑے کا مقابلہ کرو۔ جس کی غذا نسبتاً زیادہ مقوی ہے۔ اعضائے ہضم چھوٹے ہیں ٹانگیں لمبی ہیں۔ جسم کو اُٹھانے اور غذا کو ہضم کرنے میں اُتنی طاقت خرچ نہیں ہوتی۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ چلنے پھرنے کی طاقت اس میں زیادہ ہے۔ جسم زیادہ پھرتیلا اور چست ہے۔

سبزی خور بھیڑ کی سستی اور کاہل پن کا گوشت خور کتے کی چستی اور پھرتی سے ذرا مقابلہ کرو۔ پھر ذرا چڑیا خانہ کی سیر کرو۔ اور دیکھو کہ گوشت خور جانور کس طرح اپنے پنجروں میں ادھر اُدھر کودتے اور پھدکتے پھرتے ہیں۔ اور ایک منٹ آرام سے بیٹھ نہیں سکتے۔ مگر اسکے مقابلہ میں سبزی خور جانوروں کو دیکھو کیا مزے سے بیٹھے جگالی کر رہے ہیں۔ اور سارا دن سوائے غذا کو چبانے کے اور کوئی کام ہی نہیں اس سے بخوبی اندازہ لگ سکتا ہے کہ مقوی غذا اور جسمانی حرکت اور چستی کا کہاں تک تعلق ہے۔

اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ ان جانوروں کی جسمانی بناوٹ (جو قدرت نے انکو دی ہے) کا ہی نتیجہ ہے۔ اور غذا کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ مگر یہ بات غلط ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم اس فرق کا مشاہدہ ایک ہی قسم کے حیوانوں میں بھی کرتے ہیں۔ مثلاً گھوڑے کی مختلف نسلوں کو ملاحظہ کرو۔ چھکڑا کھینچنے والے گھوڑے اور شکاری گھوڑے کا ملاحظہ کرو۔ دیکھو اوّل الذکر کسقدر بھدا۔ بڑے پیٹ والا سست اور بے جان ہے۔ اور ثانی الذکر کسقدر ہلکا پھلکا چست اور تیز ہے۔ اب ان دونو کی غذاؤں کا مقابلہ کرو۔ ایک نہایت ہلکی غذا یعنی چارہ کھاتا ہے۔ اور دوسرا مقوی غذا یعنی چنے اور گھاس۔ پھر مختلف قوموں میں اس کا مطالعہ کرو۔ آسٹریلیا کے باشندوں۔ اور دیگر ادنیٰ حبشیوں کو جو زیادہ تر درختوں کی جڑھوں۔ اور جنگلی بیروں وغیرہ پر گذارہ کرتے ہیں۔ دیکھو ان کا قد مقابلتاً چھوٹا۔ پیٹ بڑا اور عضلات نرم ہیں۔ اور وہ یورپینوں کا کسی بات میں بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اسکے مقابل میں حبشی اقوام مثلاً کافروں۔ شمالی امریکہ کے باشندوں۔ اور پیٹے گونین لوگوں کو دیکھو۔ کسی قدر جسیم مضبوط اور چست ہوتے ہیں۔ اسلئے کہ یہ سب خوب گوشت کھاتے ہیں۔ سبزی خور ہندو گوشت خور انگریز کے مقابل میں ہمیشہ ہارتا ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ اس سے جسمانی اور دماغی طاقت میں بہت کم ہوتا ہے۔ تاریخ بھی اس پر شاہد ہے۔ کہ ہمیشہ گوشت خور اقوام سبزی خوروں پر غالب رہی ہیں۔

یہ فرق نسلی امتیاز سے نہیں بلکہ غذا کا ہی

اس بات کے ثبوت میں ایک اور زبردست دلیل یہ ہے۔ کہ وہی جاندار غذا کی کم یا زیادہ غذائیت کی وجہ سے کام میں کمی بیشی ظاہر کرنے لگ جاتا ہے۔ گھوڑے میں اس امر کا تجربہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ گھوڑوں کو اگر گھاس پر چھوڑا جائے۔ تو گو وہ موٹے ہو جاتے ہیں۔ مگر طاقت کم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اُسکو کام پر لگانے سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ انگریز ملاح جو زیادہ تر گوشت کھاتے ہیں بر اعظم کے ملاحوں سے جو سبزی خور ہیں۔ طاقت اور شجاعت میں بڑھ کر ہیں۔ اس امر کا ثبوت کہ یہ فرق کسی نسلی امتیاز کی وجہ سے نہیں بلکہ محض غذا کا اثر ہے یہ ہے کہ جب بر اعظم